تنظیم اسلامی کا ترجمان

28

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
29 واں سال

12 تا 18 محرم الحرام 1442ھ/ یکم تا 7 ستمبر 2020ء

امت مسلمہ یا نام نہاد اسلامی دنیا؟

امتِ مسلمہ جو صحیح معنوں میں اسلام کی عملی تصویر ہو' ایک مدت سے ناپید ہے۔ کیونکہ امتِ مسلمہ کسی ''خطۂ زمین'' کا نام نہیں ہے جو کبھی اسلام کا مسکن رہا ہو' نہ کسی قوم کا نام ہے' جس کے آباء واجداد تاریخ کے کسی دور میں نظامِ اسلامی کے علمبردار رہے ہوں۔ ''امتِ مسلمہ'' تو انسانوں کی وہ جماعت ہے جس کی رسوم وروایات' جس کے افکار وتصورات' جس کے عقائد ونظریات' جس کی اخلاقی قدریں اور ترک واختیار کے پیمانے' غرض ساری چیزیں شریعتِ اسلام کے چراغ کا پرتو ہوں۔ اور سچ پوچھو تو ایسی امت اُس وقت سے ناپید ہے' جب سے شریعتِ الٰہی حکومت کے ایوانوں سے بے دخل ہے۔

ضروری ہے کہ یہ ''امت'' اس زمین پر دوبارہ ''نمودار'' ہو' تاکہ اسلام انسانیت کی قیادت کے سلسلے میں اپنا کردار پھر سے ادا کر سکے۔ ضروری ہے کہ وہ امت پھر ''سامنے لائی جائے'' جو غلط تصورات وافکار' گمراہ نظریات اور باطل نظاموں کے انبار میں کھو کر رہ گئی ہے۔ ان نسلوں کے ہجوم میں گم ہو کر رہ گئی ہے جن کو نہ اسلام سے کوئی واسطہ ہے' نہ شریعت اسلامی سے' اگرچہ عام طور پر یہ گمان ہے کہ وہ نام نہاد ''اسلامی دُنیا'' میں موجود ہے!!!

سید قطب شہیدؒ

اس شمارے میں

پاکستان اور سعودی عرب تعلقات......
اللہ کے نیک بندوں کی دنیا اور آخرت
عرب اسرائیل دوستی: انجام کیا ہوگا؟
حذر اے چیرہ دستاں!
حزب اللہ کی مسنون تنظیمی اساس
تنظیم اسلامی کے تربیتی پروگرام

پیغمبر سیدھے راستے کی طرف بلاتے ہیں

سُورۃُ المُؤمِنُون | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 72 تا 75

اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ خَرۡجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيۡرٌ ‌ۖ وَّهُوَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ لَـتَدۡعُوۡهُمۡ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ
لَـنٰكِبُوۡنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوۡ رَحِمۡنٰهُمۡ وَكَشَفۡنَا مَا بِهِمۡ مِّنۡ ضُرٍّ لَّـلَجُّوۡا فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ﴿۷۵﴾

آیت 72: ﴿اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ خَرۡجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيۡرٌ ‌ۖ وَّهُوَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ ﴿۷۲﴾﴾

”کیا آپؐ ان سے کوئی خراج (اجر) مانگ رہے ہیں؟ تو آپؐ کے رب کا اجر بہت بہتر ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔“

دراصل یہاں ان الفاظ میں خطاب حضور ﷺ سے نہیں ہے بلکہ مشرکین مکہ سے ہے کہ عقل کے اندھو! ذرا سوچو تو! تمہارے شاعر اور قصہ گو تو تم لوگوں سے اجر و انعام چاہتے ہیں۔ مگر تم نے محمد (ﷺ) کی زبان سے کبھی ایسی کوئی بات سنی ہے؟ کبھی آپؐ نے اپنی اس خدمت کے عوض تم سے کوئی اجرت طلب کی ہے؟ ان کو تو ان کے رب کی طرف سے جو اجر و انعام ملنے والا ہے وہ پوری دنیا کے خزانوں سے بہتر ہے۔

آیت 73: ﴿وَاِنَّكَ لَـتَدۡعُوۡهُمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۷۳﴾﴾ ”اور یقیناً آپؐ انہیں سیدھے راستے کی طرف بلا رہے ہیں۔“

آیت 74: ﴿وَاِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَـنٰكِبُوۡنَ ﴿۷۴﴾﴾

”اور یقیناً جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ اس راستے سے انحراف کرتے ہیں۔“

آیت 75: ﴿وَلَوۡ رَحِمۡنٰهُمۡ وَكَشَفۡنَا مَا بِهِمۡ مِّنۡ ضُرٍّ لَّـلَجُّوۡا فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ﴿۷۵﴾﴾ ”اور اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور ان کو جو تکلیف ہے وہ رفع کر دیں تو ضرور وہ بڑھتے چلے جائیں گے اپنی سرکشی میں اندھے ہو کر۔“

ان الفاظ سے یوں لگتا ہے کہ اس سورت کے نزول کے زمانہ میں اہل مکہ کسی مصیبت میں گرفتار تھے۔ سورۃ الانعام اور سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ کی اس سنت کا ذکر گزر چکا ہے جس کے تحت ہر رسول کی بعثت کے بعد متعلقہ قوم پر چھوٹے چھوٹے عذاب بھیجے جاتے تھے اور انہیں مختلف قسم کی تکالیف میں مبتلا کیا جاتا تھا تا کہ وہ خوابِ غفلت سے جاگیں اور ان کے ذہن حق کی دعوت پر غور و فکر کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

فرمان نبوی

تدفین میں جلدی کرنی چاہیے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُوْلُ ((اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوْهُ وَاَسْرِعُوْا بِهٖ اِلٰى قَبْرِهٖ وَلْيُقْرَأْ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَاتِحَةُ الْبَقَرَةِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ)) (رواہ البیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جب تم میں سے کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو اسے محبوس نہ رکھو بلکہ اس کی قبر تک اسے جلد پہنچا دو، نیز یہ بھی چاہیے کہ (قبر پر کھڑے ہو کر) اس کے سر کے قریب سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیتیں (یعنی شروع سے مفلحون تک) اور پاؤں کے قریب سورہ البقرہ کی آخری آیتیں (یعنی اٰمن الرسول سے آخرت تک کی آیتیں) پڑھی جائیں۔“

تشریح: ”اسے محبوس نہ رکھو“ یعنی میت کو دفن کرنے میں تاخیر نہ کرو بلکہ جہاں تک ہو سکے جلد سے جلد میت کو اس دنیا کی آخری آرام گاہ قبر تک پہنچا دو۔ میت کی تدفین و تکفین میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

پاکستان اور سعودی عرب تعلقات میں تناؤ کیوں؟

حجاز میں آل سعود کی حکومت گزشتہ صدی کے آغاز میں قائم ہوگئی تھی۔ پاکستان 1947ء میں ایک اسلامی ریاست کے طور پر معرض وجود میں آیا لہٰذا دونوں میں اچھے تعلقات عین فطری تقاضا تھا۔ گزرتے وقت کے ساتھ یہ دوستی اور محبت گہری ہوتی چلی گئی اور اس حقیقت کا اعتراف کرنا چاہیے کہ سعودی خاندان نے قطع نظر اس سے کہ پاکستان میں کس کی حکومت ہے، دوستی کا حق ادا کیا اور آڑے وقت میں پاکستان کا بازو تھاما اور اسے مدد فراہم کی اور سچی بات یہ ہے کہ تہتر سالوں میں پاکستان دوسروں کے آسرے اور سہاروں پر ہی چلتا رہا ہے اور ابھی تک اپنے پاؤں پر چلنا نہ سیکھ سکا۔ حُسنِ اتفاق سے زیادہ اسے سوئے اتفاق کہنا چاہیے کہ دونوں امریکی بلاک میں تھے۔ لہٰذا ان کا آقا ان کی دوستی سے راضی تھا۔ کیونکہ سرمایا دارانہ نظام کا علمبردار امریکہ بے خدا اشتراکی نظام کی ترجمانی کرنے والے سوویت یونین سے برسرِ پیکار تھا اور اسے اپنی پشت پر مذہب کی قوت درکار تھی۔

پاکستان چونکہ اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا اور سعودی عرب کی تو اہمیت ہی حرمین شریفین کی وجہ سے تھی اور وہ مسلمانوں کا مرکز تھا۔ گویا پاکستان اور سعودی عرب کی دوستی کی بڑی مضبوط اور مستحکم بنیادیں تھیں۔ بدقسمتی سے سعودی عرب اور پاکستان دونوں اس غلط فہمی کا شکار تھے کہ امریکہ ان کا حقیقی اور مخلص دوست ہے اور امریکہ کیا چاہتا تھا یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہے۔ اتنا عرض کر دینا کافی ہوگا کہ امریکہ کا ٹارگٹ پہلے اشتراکیت پھر اسلام تھا۔ لہٰذا اس نے سوویت یونین کے حصے بخرے ہونے کے بعد نائن الیون کا ڈراما رچایا اور اسلامی ممالک کے خلاف کھلم کھلا صف آرا ہوگیا۔ سعودی عرب اور پاکستان میں فرق یہ ہے کہ وہاں بادشاہت ہے اور پاکستان میں بہرحال جمہوریت ہے، جیسی کیسی بھی ہے۔ سعودی خاندان کا اصل مسئلہ اپنے اقتدار اور اپنی خاندانی بادشاہت کا تحفظ ہے۔ اس معاملے میں وہ اس حد تک آگے جا چکے ہیں کہ اُس نے غیر ملکی افواج کا وجود اپنے ملک میں گوارا کیا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی صدر ٹرمپ نے سعودی حکمرانوں سے مخاطب ہو کر یہ توہین آمیز جملہ کہا تھا کہ آپ ہمارے بغیر دو ہفتے حکومت نہیں کر سکتے۔

پاکستان کے پہلو میں خوش قسمتی سے موجود چین نصف صدی پہلے سے ایک قوت کی حیثیت سے ابھرنا شروع ہوا تھا۔ پہلے وہ ایک اقتصادی جن بن کر نمودار ہوا۔ بعدازاں اس نے اپنی عسکری قوت میں بھی اضافہ کرنا شروع کر دیا۔ آج اس کے پاس دنیا کے سب سے بڑے زرمبادلہ کے ڈیپازٹس ہیں اور PLA کے نام سے دنیا کی سب سے بڑی فوج ہے۔ پاکستان کا معاملہ یہ ہے کہ یہاں فارن پالیسی کی سمت متعین کرنے میں فوج کلیدی رول ادا کرتی ہے۔ گزشتہ پانچ سات سال سے پاکستانی فوج نے انتہائی مؤدبانہ انداز میں دبے پاؤں امریکہ سے پیچھے ہٹنے اور چین کی طرف جھکاؤ شروع کر دیا تھا۔

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

12 تا 18 محرم الحرام 1442ھ — جلد 29
یکم تا 7 ستمبر 2020ء — شمارہ 28

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اورامریکہ کا یہ مطالبہ رد کر دیا کہ وہ بھارت کے ساتھ مل کر چین کا محاصرہ کرے۔

خوش قسمتی سے افغانستان کی صورت حال کی وجہ سے امریکہ پاکستان کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ پاکستان نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ وزیر اعظم پاکستان نے ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں کھلم کھلا اعلان کر دیا کہ پاکستان کا مستقبل چین کے ساتھ وابستہ ہے۔ دوسری طرف صورت حال یہ ہے کہ سعودی عرب کے لیے ممکن ہی نہیں کہ وہ امریکہ کا دامن چھوڑے۔ امریکہ نے جب محسوس کیا کہ پاکستان نافرمانی کے راستے پر چل پڑا ہے تو سعودی عرب کو آگے کیا کہ وہ پاکستان کا بازو مروڑے۔ لہٰذا سعودی عرب نے امریکی احکامات کی تعمیل میں پاکستان کے آگے بڑے بڑے مطالبات رکھ دیے جو پاکستان کے لیے پورے کرنا ممکن نہ تھے۔ پاکستان کو بہت سے معاملات میں سعودی عرب کی احتیاج ہے۔ اس نے پاکستانی خزانے میں معیشت کو سہارا دینے کے لیے ایک بہت بڑی رقم رکھی ہے۔ لاکھوں پاکستانی سعودی عرب میں اور اس کے حلیف متحدہ عرب امارات میں کام کرتے ہیں اور پاکستان کو بھاری زرمبادلہ فراہم کرتے ہیں۔ ان ہی احسانات کو چکانے کے لیے گزشتہ سال پاکستان کے وزیر اعظم سعودی ولی عہد محمد بن سلمان کے حکم پر کوالالمپور میں ایک سربراہی کانفرنس میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت سعودی حکمران نے وعدہ کیا کہ اگر پاکستان کے وزیر اعظم اس کانفرنس میں شریک نہ ہوں تو جلد ہی OIC کا اجلاس بلایا جائے گا جس میں مسئلہ کشمیر یک نکاتی ایجنڈہ ہوگا۔ اب پاکستان کے یاددلانے کے باوجود سعودی حکمران اپنا یہ وعدہ ایفا نہیں کر رہے تھے، اس لیے کہ امریکہ ایسا نہیں چاہتا تھا۔ پاکستان سعودی عرب کو بار بار وعدہ یاد کروا رہا تھا لیکن شنوائی نہیں ہو رہی تھی بالآخر تنگ آمد بجنگ آمد سیاسی اور عسکری قیادت کے مشورے پر وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے اس حوالے سے ایک سخت بیان جاری کر دیا اور دونوں ممالک کے درمیان جو کشمکش اندرونی سطح پر چل رہی تھی وہ دنیا کے سامنے آ گئی۔

پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان تنازعہ کا اصل سبب یہ ہے کہ دونوں عالمی قوتوں کے دو مختلف ہی نہیں دو متحارب دھڑوں کا حصہ بن گئے ہیں۔ سعودی عرب امریکی جال میں بری طرح پھنسا ہوا ہے اور زمینی حقائق بتا رہے ہیں کہ وہ امریکی بلاک سے نکل نہیں سکے گا۔ اور پاکستان کا معاملہ یہ ہے کہ اس کا چین سے اور چین کے سی پیک اور BRI جیسے منصوبوں سے پیچھے ہٹنا اب ممکن نہیں رہا۔ چین کا ان منصوبوں کو مکمل کرنا اور امریکہ کا چین کو ان منصوبوں سے باز رکھنا دونوں کے لیے زندگی موت کا مسئلہ بن چکا ہے۔ بہر حال سعودی حکومت نے اپنے سفیر کے ذریعے پاکستان کے آرمی چیف کو سعودی عرب کے دورے کی دعوت دی۔ آرمی چیف سعودی عرب گئے لیکن وہاں ان کی ملاقات کراؤن پرنس سے نہ کروائی گئی۔ بعض لوگ اس بنیاد پر آرمی چیف کے دورے کو بری طرح ناکام قرار دے رہے ہیں۔ ہماری رائے میں ایسا نہیں، آرمی چیف اور حکومت پاکستان دونوں جانتے تھے کہ ان حالات میں اور موجودہ بین الاقوامی صورتِ حال کے پس منظر میں دونوں ممالک میں مفاہمت نہیں ہو سکتی کیونکہ قومی مفادات کا ٹکراؤ تھا۔ لیکن دورے سے انکار اشتعال انگیز ہوتا۔ آرمی چیف کے دورے سے اختلافات مزید بڑھنے سے رک گئے۔ آرمی چیف یہ سمجھانے میں کامیاب ہو گئے کہ اختلافات نے اگر شدت اختیار کی تو نقصان یکطرفہ نہیں ہوگا۔ ایک خاص انتظام کے تحت عین اس وقت جب آرمی چیف سعودی عرب میں نائب وزیر دفاع خالد بن سلمان سے ملاقات کر رہے تھے پاکستان میں وزیر خارجہ نے قطر کے سفیر سے طویل ملاقات کر کے ظاہر کر دیا کہ اگر ہمیں دیوار سے لگانے کی کوشش کی گئی تو ہم بھی دوسرے آپشنز اختیار کر سکتے ہیں۔ تیر نشانے پر لگا اور دونوں ممالک اختلافات کو ایک حد تک رکھنے اور اپنے اپنے قومی مفاد کے مطابق آزاد خارجہ پالیسی اپنانے اور عدم مداخلت پر متفق ہو گئے۔ گویا دونوں ممالک کا عالمی سطح پر مختلف دھڑوں میں بٹ جانے سے دوستی تو نہ رہ سکے گی لیکن دشمنی میں بھی تبدیل نہیں ہوگی۔ یہی دانشمندی کا تقاضا ہے۔

پاکستان کو سعودی عرب کو ہی نہیں تمام عالم عرب کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ اسرائیل کے اصل عزائم اُس کی پارلیمنٹ کے ماتھے پر لکھی تحریر سے کھل کر سامنے آ رہے ہیں، اگر اسرائیل کی سرحدیں نیل سے فرات تک ہیں اور مدینہ منورہ سے وہ اپنا خصوصی تاریخی تعلق کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں تو پھر اسرائیل سے عربوں کا تعاون اُنھیں کسی صورت نہیں بچا سکے گا۔ امریکہ ہر لحاظ سے اسرائیل کے سامنے سرنڈر کر چکا ہے کیونکہ امریکہ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے اور خود پاکستان کو بھی یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ عرب ہمارے مسلمان بھائی ہیں، پھر یہ کہ وہ ہمارے محسن بھی ہیں، آج نہیں تو کل حقائق اُن پر کھل جائیں گے لہٰذا ہمیں نہ صرف یہ کہ من دیگرم تو دیگری کا رویہ نہیں اپنانا چاہیے بلکہ اگر عرب بھائیوں کی طرف سے کوئی اشتعال انگیزی ہو تو اُسے برداشت کرنا چاہیے اور اُنھیں یقین دلانا چاہیے کہ اگر حرمین شریفین کو کوئی خطرہ لاحق ہوا تو ہم کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ البتہ امریکہ اسرائیل دشمنی کے حوالے سے اپنے موقف پر قائم رہیں۔ پھر یہ کہ ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ چین ایک اچھا ہمسایہ اور ہمارا دوست ملک تو ہے لیکن طاقتور اور کمزور کی دوستی میں کبھی توازن نہیں رہ سکتا۔ اور کمزور کبھی طاقتور کے سامنے حق کی بات نہیں کہہ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے وزیر خارجہ کے دورے کے اختتام پر جو مشترکہ اعلامیہ جاری ہوا ہے۔ اُس میں پاکستان نے دوسرے مسائل کے علاوہ سنکیانگ کے حوالے سے بھی چین کے ظالمانہ طرزِ عمل پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ یہ فریقین میں قوت کے عدم توازن کا نتیجہ ہے کہ ہم یہ کہنے پر مجبور ہوئے۔ ہمیں سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا کہ یہ عدم توازن کیسے ختم ہوگا۔ پاکستان کے مستحکم اور مضبوط ہونے کی بنیاد کیا ہوگی؟ صرف اتنا کہہ دینا کافی ہوگا عمارت صرف وہ مضبوط ہوتی ہے جو اپنی بنیادوں پر کھڑی ہو۔ بے بنیاد عمارت تو آندھیوں اور طوفانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آئرن برادر سے برابری کی سطح پر تعلقات رکھنے کے لیے ہمیں بھی اپنی بنیادوں میں نظریہ بطور آئرن ڈالنا ہوگا وگرنہ ہم امریکہ کی غلامی سے نکل کر چین کی غلامی اختیار کر لیں گے۔ گویا آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا کا معاملہ ہو جائے گا۔

اللہ کے نیک بندوں کی دنیا اور آخرت

(سورۃ الذاریات کے دوسرے رکوع کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن، کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے 21 اگست 2020ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

قرآن حکیم کے سلسلہ وار مطالعہ میں آج ہم ان شاء اللہ سورۃ الذاریات کے دوسرے رکوع کا مطالعہ کریں گے۔ اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے معزز رسولوں کے واقعات کو بیان فرمایا ہے۔ قرآن حکیم میں ایک حسین ترتیب یہ ہے کہ وہ مضامین جو قرآن حکیم کی ابتدائی سورتوں میں تفصیلاً آئے وہ اب آخری سورتوں میں مختصراً ہمارے سامنے آرہے ہیں تاکہ ایک شخص جو قرآن کا مستقل مطالعہ کرتا ہو قرآن کے اہم مضامین مختصر انداز میں اس کے سامنے واضح ہوجائیں۔ فرمایا:

﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝﴾ (الذاریات:24) ’’کیا آپؐ کے پاس ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے!‘‘

یہ واقعہ بھی قرآن میں ابراہیم علیہ السلام کے تعلق سے ایک سے زائد مرتبہ آیا ہے اور یہ مشہور واقعہ ہے کہ فرشتے انسانی شکل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے۔ ان کا ایک مقصد یہ تھا کہ آپؑ کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دیں۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ لوط علیہ السلام کی قوم کو جو سرکشیوں میں مبتلا تھی عذاب میں مبتلا کریں۔ یہاں لفظ مکرمین سے فرشتوں کی عظمت اور بزرگی مراد ہے۔ یعنی یہ مہمان عزت والے ہیں۔ فرشتوں کے بارے میں قرآن یہ بھی کہتا ہے:

﴿لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝﴾ (تحریم:6) ’’اللہ ان کو جو حکم دے گا وہ فرشتے اس کی نافرمانی نہیں کریں گے، اور وہ وہی کریں گے جس کا انہیں حکم دیا جائے گا۔‘‘

فرشتے بھی اللہ کے بندے ہیں، مکرمین ہیں اور اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ صدیوں پرانے واقعات محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمارہے ہیں۔ یہ بھی حضور ﷺ کی رسالت کی صداقت کی دلیل ہے کہ صدیوں پرانے واقعات آپ ﷺ کی زبان مبارک سے جاری ہورہے ہیں۔ آگے فرمایا:

﴿اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ﴾ (آیت:25)

’’جب وہ اس کے ہاں داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کہا۔‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ آنے والے فرشتوں نے ملاقات کے آداب کو اختیار کیا اور جناب ابراہیم علیہ السلام بھی جواب میں سلام کہہ رہے ہیں۔ یہ اللہ کے دین کی مستقل تعلیم ہے۔ انسانی شکل میں فرشتے آئے ہیں، ابھی اجنبی ہیں مگر وہ سلام کہہ رہے ہیں۔ اسی لیے اہل ایمان کو ملاقات کے جو آداب سکھائے گئے ہیں ان میں پہلی چیز سلام ہے۔ سورۃ النور میں بتایا گیا کہ سلام کا طریقہ اور ملاقات کا ادب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک تحفہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی باقاعدہ ہمیں تعلیم دی۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ بہترین اسلام کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کو کھانا کھلانا اور سلام کو عام کرنا۔ اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ کی طویل حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اگر جنت میں داخلہ چاہتے ہو تو تمہیں آپس میں محبت کرنا ہوگی اور اس محبت کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کو عام کرو۔ اللہ ہم سب کو جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔ وہاں فرشتے بھی کہیں گے: سلام علیکم، تم پر سلامتی ہو۔ اور جنت والے بھی جب ملاقات کریں گے تو کہیں گے:

مرتب: ابو ابراہیم

﴿اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝﴾ (الواقعہ:26) ’’مگر (ان کے لیے، ہر طرف سے) سلام سلام ہی کی آوازیں ہوں گی۔‘‘

یعنی ایک دوسرے کو سلام کہیں گے۔ اس ساری گفتگو میں اہم ترین بات یہ ہے کہ رب العالمین اپنے بندوں کو سلام کہے گا۔ اللہ اکبر کبیرا۔ کیا بندے کی حیثیت اور کیا رب کائنات کی شان کریمی۔

﴿سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۝﴾ (یٰسین:58)

’’سلام کہا جائے گا ربِ رحیم کی طرف سے۔‘‘

سلام ایک دعا بھی ہے اور سلام ایک اعلان بھی ہے: السلام علیکم، اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی عطا فرمائے۔ اور سلام ایک اعلان بھی ہے کہ آپ کی جان، آبرو اور مال کو مجھ سے کوئی نقصان نہیں ہے۔ بہرحال یہاں پر ملاقات کے آداب سکھائے جارہے ہیں۔ یہ قرآن کے اعجاز کا خوبصورت پہلو ہے کہ ایک واقعہ بیان ہورہا ہے لیکن اس کے ذیل میں قرآن کتنے معاشرتی آداب ہمارے سامنے لارہا ہے اور پھر اس کی تفسیر رسول اللہ ﷺ عطا فرماتے ہیں۔ آگے فرمایا:

﴿قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝﴾ (آیت:25)

’’اس نے بھی (جواب میں) سلام کہا (اور دل میں کہا کہ) یہ تو کوئی اجنبی لوگ ہیں۔‘‘

اس میں دو باتیں بیان کی گئیں۔ ایک یہ کہ وہ انسانی

شکل میں آئے ہیں تو ابراہیم علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ آپ لوگ اس علاقے کے ناآشنا لوگ لگتے ہیں۔ ایک رائے یہ بیان کی گئی کہ اپنے دل ہی میں انہوں نے کہا کہ یہ اجنبی لوگ ہیں، کبھی اس طرح کے لوگوں کو میں نے دیکھا نہیں ہے۔

﴿فَرَاغَ اِلٰٓی اَھْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ۝﴾ (آیت:26)

”پھر وہ چپکے سے اپنے گھر والوں کی طرف گیا اور ایک (بھنا ہوا) موٹا تازہ بچھڑا لے آیا۔“

اہل علم نے فرمایا کہ اس زمانے میں معاملہ یہ تھا کہ جانور کو ذبح کر کے کھال اُتار لی جاتی تھی اور فاضل حصے نکالنے کے بعد اسے گھی وغیرہ میں بھون کر سالم اسی طرح پیش کر دیتے تھے۔ لیکن یہاں عجل سمین کے الفاظ یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ممکن ہے ایک سے زائد بچھڑے دستیاب ہوں اور ان میں سے جو بہترین تھا وہ پیش کیا۔ اس سے اہل علم نے یہ اصول اخذ کیا کہ جب مہمان آئے تو انسان حتی الامکان کوشش کرے کہ اپنی وسعت کے مطابق اس کا اکرام کرے۔ ہمارا دین اتنا پیارا ہے کہ مہمان نوازی کو ایمان سے جوڑتا ہے۔ بڑے شہروں میں لوگوں کے پاس اپنے لیے ٹائم نہیں ہے، زندگی بظاہر اتنی مشینی ہوگئی ہے اور کچھ ہم نے طاری بھی کر لی ہے لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ)) ”جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔“ (بخاری ومسلم)

حدیث کے مطابق اگر مہمان رہنے کے لیے آیا ہے تو پہلے اس کے لیے بھرپور اہتمام کیا جائے اور تین دن تک مہمان کا حق ہے کہ اس کے ساتھ اکرام کا معاملہ کیا جائے، اس کے بعد بھی میزبان رہنے کے لیے تیار ہے تو ٹھیک ہے۔ لیکن دوسری طرف مہمان کے لیے بھی کہا گیا ہے کوئی مہمان اپنے میزبان کی اذیت کا باعث نہ بنے۔ گویا دونوں طرف رہنمائی عطا کی گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے یہ بات بہت مشہور ہے کہ وہ کبھی اکیلے کھانا نہیں کھاتے تھے۔ ان کی مہمان نوازی کا معاملہ بہت مشہور ہے۔ یہاں لفظ فراغ پر بھی اہل لغت نے کلام کیا ہے۔ اس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ خاموشی سے اور چپکے سے گھر کے اندر چلے گئے ہوں گے اور اپنی اہلیہ سارہ سلام علیہا کو اہتمام کرنے کا کہہ دیا ہوگا۔ یہ چیز بھی مہمان کے اکرام میں شامل ہے۔ اس پر اہل علم نے کہا ہے کہ بعض اوقات مہمان حساس ہوتے ہیں کہ جب میزبان کچھ زیادہ اہتمام میں لگ جائے تو مہمان کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس لیے خاموشی سے ان کا اکرام کیا جاتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہی انداز اختیار کیا اور جو دستیاب تھا اس میں سے جو بہترین تھا وہ انہوں نے لا کر پیش کر دیا۔ آگے فرمایا:

﴿فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝﴾ (آیت:27)

”پھر اسے ان کی طرف بڑھایا اور کہا کہ آپ لوگ کھاتے نہیں؟“

یعنی جب مہمانوں نے کھانے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا تو ابراہیم علیہ السلام پوچھتے ہیں کہ تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟ فرمایا:

﴿فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ط﴾ ”تو اُس نے ان کی طرف سے دل میں اندیشہ محسوس کیا۔“ (آیت:28)

اس کی دو تعبیرات کی گئیں ہیں۔ ایک معروف بات اہل علم نے یہ بیان کی کہ اس زمانے میں معاملہ یہ تھا اور قبائلی زندگی میں بھی یہ معاملہ ہوتا ہے کہ جب ایک شخص دوسرے کے کھانے میں شرکت نہ کرے تو یہ گویا اعلان دشمنی یا اعلان لاتعلقی سمجھا جاتا ہے۔ اس بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اندیشہ محسوس کیا۔ دوسری رائے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تعلق سے بیان کی جاتی ہے اور کئی اہل علم نے اس کو ترجیح بھی دی ہے وہ یہ ہے کہ جب ہاتھ نہیں بڑھایا تو جناب ابراہیم سمجھ گئے کہ یہ فرشتے ہیں جو انسانی شکل میں آئے ہیں۔ ظاہر ہے وہ اللہ کے رسول تھے۔ ان کے پاس فرشتوں کا آنا جانا تھا۔ اس لیے انہوں نے یہ محسوس کیا۔ ایک رائے یہ ہے کہ انہوں نے یہ محسوس کر لیا کہ لوط علیہ السلام کی قوم جو سرکشی میں بڑھ گئی تھی اس کو عذاب

پریس ریلیز 28 اگست 2020ء

بارش اور سیلاب کے متاثرین کی مدد کرنا ہمارا قومی ہی نہیں دینی فریضہ بھی ہے

شجاع الدین شیخ

بارش اور سیلاب کے متاثرین کی مدد کرنا ہمارا قومی ہی نہیں دینی فریضہ بھی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ شدید بارشیں اگرچہ آسمانی آفت کا مظہر ہیں اور اِس سے جانی و مالی نقصان ہونا بعید از قیاس نہیں لیکن انتظامی لحاظ سے بہتر کارکردگی کے ذریعے اس نقصان کو بہت کم کیا جاسکتا تھا۔ اُنھوں نے کراچی میں ہونے والے نقصانات کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اگر نالوں کی صفائی بروقت کی گئی ہوتی اور بدعنوان حکمرانوں نے تجاوزات کی اجازت نہ دی ہوتی تو آج غریب عوام کو اس اندوہناک صورتِ حال کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ اب ضلعی، صوبائی اور مرکزی حکومتوں کو ایسے اقدامات کرنے ہوں گے جن سے عام شہری ان آفات کا یوں بُری طرح شکار نہ ہوں۔ چاہے ایسے اقدامات سے اُنھیں سیاسی طور پر نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ اُنھیں صرف اپنے ووٹرز ہی کی نہیں بلکہ سارے عوام کی بحیثیتِ مجموعی منفعت کو دیکھنا ہوگا۔

افغان طالبان کے وفد کا دورہ پاکستان کا ذکر کرتے ہوئے اُنھوں نے کہا کہ افغان طالبان نے اللہ کے فضل و کرم سے امریکہ سے یہ جنگ میدان میں جیتی ہے اور امریکہ، افغان طالبان سے امن معاہدہ پر مجبور ہوا ہے۔ اب پاکستان، افغان طالبان کو امریکہ یا افغان انتظامیہ کا کوئی ناجائز مطالبہ تسلیم کرنے پر مجبور نہ کرے۔ افغان حکومت کو امریکہ اور طالبان معاہدے کے عین مطابق تمام قیدیوں کو رہا کر دینا چاہیے، تاکہ انٹرا افغان ڈائیلاگ کی راہ ہموار ہو اور افغانستان میں مستقل طور پر امن قائم ہو سکے۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر امریکہ اپنی چالبازیوں سے باز نہ آیا اور افغانستان کے امن کی راہ میں روڑے اٹکاتا رہا تو انجام کار امریکہ اور افغانستان کی کٹھ پتلی حکومت کے لیے انتہائی مہلک اور تباہ کن ثابت ہوگا اور افغانستان میں قیامِ امن کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ افغانستان میں خالص اسلامی حکومت قائم کیے بغیر افغان طالبان کا ہدف پورا نہیں ہوگا۔!

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

دینے کے لیے اللہ کی طرف سے یہ فرشتے بھیجے گئے ہوں گے ۔ کیونکہ فرشتوں کا نزول انتہائی اہم اور نازک معاملہ ہوتا ہے کہ وہ جب بھی نازل ہوتے ہیں تو کوئی انتہائی اہم فیصلہ لے کر آتے ہیں ۔اس لیے ابراہیم علیہ السلام کو کچھ خوف محسوس ہوا۔آگے فرمایا:

﴿قَالُوْا لَا تَخَفْ ط وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝﴾ (آیت : 28)''انہوں نے کہا : آپ ڈریں نہیں۔اور انہوں نے اسے بشارت دی ایک صاحب علم بیٹے کی۔''

فرشتوں نے تسلی دے دی کہ آپ پریشان نہ ہوں۔ہم تو اللہ کے بھیجے گئے فرشتے ہیں اور ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم سے خوشخبری دینے کے لیے آئے ہیں۔ یہ خوشخبری جناب اسحاق علیہ السلام کے متعلق تھی ۔ مفسرین نے بائبل کے اعتبار سے لکھا ہے کہ اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر کم وبیش سو برس تھی اور حضرت سارہ سلام علیہا کی عمر کم وبیش نوے برس تھی ۔اب یہ ایک انہونا سا معاملہ تھا۔ لیکن فرشتے کہہ رہے تھے کہ وہ ایک بڑے علم والے لڑکے کی بشارت دے رہے ہیں۔یہاں ایک علمی نکتہ موجود ہے۔ یہاں جب حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بشارت کا ذکر آتا ہے تو ان کے لیے علیم (علم والے) کا لفظ آتا ہے اور جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر آتا ہے تو حلیم (حلم والا تحمل والا ،صبر والا) کا لفظ آتا ہے ۔یہ اسی صبر کی انتہا تھی کہ جب اللہ کا حکم آیا تو فوراً ذبح ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ کہا: ''ابا جان! جو حکم دیا گیا کر ڈالیے ،ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے''۔اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ جو شاید پردے کے پیچھے ہوں گی ،ان کے کان میں یہ آواز پڑ گئی اور خوشی اور حیرت کے امتزاج کی کیفیت کے ساتھ فرمانے لگیں؛

﴿فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۝﴾ (آیت:29)''اس پر اُس کی بیوی سامنے آئی بڑبڑاتی ہوئی اور اس نے اپنا ماتھا پیٹ لیا اور کہنے لگی: بڑھیا بانجھ (بچہ جنے گی کیا)؟''

یہ عورتوں کی صفت اور رویہ ہوتا ہے کہ جب انہیں کوئی زیادہ بڑی خوشخبری ملتی ہے تو وہ اپنے چہرے پر اپنے ہاتھ کو مار لیتی ہیں۔یہی انداز سارہ سلام علیہا کے تعلق سے بیان ہو رہا ہے۔ یہ خوشی کا بھی اظہار ہے اور حیرت کا بھی۔ حیرت اس بات پر کہ خاوند سو برس کے بوڑھے ہیں اور اہلیہ نوے برس کی بوڑھی ہیں اور اوپر سے بانجھ بھی۔ اس پر سارہ سلام علیہا نے حیرت کا اظہار کیا۔یہ معاذ اللہ کوئی عدم اطمینان کی بات نہیں تھی بلکہ حیرت اور خوشی کا امتزاج تھا۔آگے فرمایا:

﴿قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ط﴾ (آیت :30)''انہوں نے کہا: ایسا ہی فرمایا ہے آپ کے رب نے۔''

ہم تو خوشخبری دینے کو آئے ہیں۔ دینے والا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے اور اللہ کے لیے کیا مشکل ہے؟ اللہ اکبر کبیرا۔جو اللہ آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کرنے پر قادر ہے ، جب انسان نہیں تھا اس وقت انسان کو پیدا کرنے پر قادر ہے اس کے لیے اولاد دینا کوئی مشکل نہیں۔

﴿اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝﴾ (آیت: 30) ''یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا بھی ہے اور بہت حکمت والا بھی۔''

وہی اپنی حکمتوں کے مطابق جانتا ہے کہ کس کو اولاد دے اور کب دے؟ سورۃ الشوریٰ میں فرمایا:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝﴾ (آیت:49)''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے۔''

﴿اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝﴾ (الشوریٰ:50)''یا وہ انہیں ملا کر دیتا ہے بیٹے اور بیٹیاں۔اور جس کو چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا ،ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

پہلے فرمایا: کہ اللہ جو چاہے پیدا فرمائے۔وہ جس کو چاہے بیٹے دے ،جس کو چاہے بیٹیاں دے ،جس کو چاہے دونوں دے ،جس کو چاہے کچھ نہ دے ،وہ علی کل شیٔ قدیر بھی ہے اور بکل شیٔ علیم بھی ہے ۔ ہر بات کا علم رکھنے والا ہے۔ بہرحال حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سارہ سلام علیہا کو ان کے بوڑھے ہونے اور ان کی بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود یہ بشارت حاصل ہوگئی۔ اس سے چند چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اسباب کے محتاج ہم بندے ہیں ، اللہ مسبب الاسباب ہے۔وہ اسباب کا پابند نہیں،اس نے چاہا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سو سال کی عمر میں بیٹا عطا فرما دیا۔ دوسرا یہ کہ اللہ آخرت میں تو اپنے نیک بندوں کو نوازے گا ہی لیکن دنیا میں بھی اپنے بندوں کے اخلاقی معاملات اور رویوں کے نتائج دکھا رہا ہوتا ہے۔اس کا کامل طور پر اظہار آخرت میں ہوگا۔ ذرا دیکھو تو سو برس کے ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرما رہا ہے ،بیٹا بھی کیسا اسحٰق علیہ السلام جیسا، اسحٰقؑ کے بیٹے کون؛یعقوبؑ ،یعقوبؑ کے بیٹے کون یوسف علیہ السلام اور چاروں اللہ کے نبی۔ یہ مقام ، یہ رتبہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ملا۔پھر آگے چل کر حضرت یعقوبؑ کو اسرائیل کہا جاتا ہے۔ آپؑ کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی اور بنی اسرائیل میں ہزاروں انبیاء عطا ہوئے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام ابوالانبیاء بھی قرار پاتے ہیں۔معلوم ہوا کہ اللہ دنیا میں بھی اپنے مقربین کو نوازتا ہے لیکن جب آخرت کا معاملہ ہوگا جو ہے ہی دارالجزاء تو وہاں پر اس کی عطا کا عالم کیا ہوگا؟

اس سورت کا مرکزی مضمون آخرت ہے۔ اب آپ دیکھیے کہ ایک واقعہ کا تذکرہ چل رہا ہے مگر اسی کے اندر آخرت کے حوالے سے تعلیم بھی جاری ہے۔ اسی واقعے میں سلام کی گفتگو بھی آگئی۔مہمان نوازی کا تذکرہ بھی آگیا۔اللہ کے مسبب الاسباب ہونے کا بیان بھی آگیا،اللہ کا اپنے مقربین کو نوازنے اور عطا کرنے کا ذکر بھی آگیا۔اس مقام پر قرآن حکیم کے 26ویں پارے کی تکمیل ہوتی ہے۔آئندہ نشست میں 27ویں پارے کا آغاز کریں گے۔ان شاء اللہ۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی دنیا اور آخرت کو قرآن کے پیغام کے مطابق سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین! ❀❀❀

ضرورت رشتہ

☆ رفیق تنظیم کی ہمشیرہ، عمر 22 سال، تعلیم انجینئرنگ کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ اور برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0334-6198484
0332-7125291

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 29 سال، تعلیم سی اے، سی آئی اے (جاری)، پرائیویٹ ملازمت، کے لیے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-7477074

امارات اسرائیل معاہدہ اُمت مسلمہ کے لیے دھچکا نہیں بلکہ زلزلہ ہے، اس کے آفٹر شاکس مزید عرب ممالک کی پسپائی کی صورت میں ظاہر ہوں گے: ایوب بیگ مرزا

اگر مسلمان حکمران سمجھتے ہیں کہ اسرائیل کے آگے سجدہ ریزی کر کے وہ اپنے اقتدار کو بچالیں گے اور معاشی ترقی حاصل کرلیں گے تو یہ ان کی بھول ہے۔ ایسا کرنے سے درحقیقت وہ صرف عذاب الٰہی کو دعوت دیں گے: ڈاکٹر محمد عارف صدیقی

تاریخ گواہ ہے کہ اسرائیل کے ساتھ تعلقات بڑھانے سے عربوں کو اُلٹا نقصان ہی ہوا ہے۔ اس معاہدے کے بعد بھی حالات مزید خراب ہوں گے۔ انیس الرحمان

عرب اسرائیل دوستی: انجام کیا ہوگا؟ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: متحدہ عرب امارات کا اسرائیل سے امن معاہدہ کس کے فائدے میں ہے؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: یہ معاہدہ ڈیل آف دی سنچری پلان کا تسلسل ہے اور یہ معاہدہ صرف عربوں سے غداری نہیں ہے بلکہ یہ حضرت عمر فاروق، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم اور صلاح الدین ایوبیؒ سے غداری ہے۔ اس معاہدے کا ڈیل آف دی سنچری سے کیا لنک ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے دو چیزوں کو سمجھنا ضروری ہے: ایک صہیونی مزاج اور دوسرا گریٹر اسرائیل پلان۔ صہیونی مزاج کو سامنے رکھیں تو تقریباً دو ہزار سال کے بعد صہیونی اس جگہ پہنچے ہیں، مگر ان دو ہزار سالوں میں ان کی ماؤں نے لوریوں میں اپنے بچوں کو یروشلم کی کہانیاں سنائی ہیں، ان کے قصوں میں یروشلم زندہ رہا ہے، ان کے جوانوں کے سینوں میں یروشلم کی زمین زندہ رہی ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں نے صرف 70 سال میں یروشلم یا مسجد اقصیٰ یا بیت المقدس کو بھلا دیا ہے۔ یہ ہم دونوں میں بڑا واضح فرق ہے۔ یہ ان کا مزاج ہے کہ وہ دو ہزار سال سے اس کو نہیں بھلا سکے اور آئندہ بھی نہیں بھلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلے یروشلم دینے کا وعدہ کیا، انہوں نے نہیں لیا جس کی وجہ سے یہ راندۂ درگاہ ہوئے اور انہیں یروشلم سے نکال دیا گیا۔ اب دیکھیے کہ اللہ نے ان کو وہاں سے نکال دیا لیکن ہم ہیں کہ ان کو پلیٹ میں رکھ کر یروشلم پیش کر رہے ہیں کہ یہ تمہارا ہے۔ جہاں تک گریٹر اسرائیل کا معاملہ ہے تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ اسرائیل کی پارلیمنٹ کی پیشانی پر باقاعدہ کندہ ہے کہ:

''اے اسرائیل تیری سرحدیں نیل سے فرات تک ہیں''

یہ واحد ملک ہے جو کھلا اپنے توسیع پسندانہ عزائم کا اظہار کرتا ہے۔ اب نیل کے ساحل سے فرات تک جو علاقے آتے ہیں ان میں مصر، شام، عراق، فلسطین، اردن شامل ہیں اور اس میں ترکی کا بھی بہت سارا حصہ آتا ہے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ بھی اسی میں آجاتا ہے۔ لہٰذا جب آپ اس منصوبے کو تسلیم کرتے ہیں تو درحقیقت آپ گریٹر اسرائیل کی جانب پہلے قدم کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ اسرائیل

مرتب: محمد رفیق چودھری

جتنے علاقے پہ قبضہ کر لیتا ہے ہم اسے تسلیم کر لیتے ہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ ہم گریٹر اسرائیل کے منصوبے کو تسلیم کر رہے ہیں۔ حالانکہ بحیثیت مسلمان ہم جانتے بھی ہیں کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے کا مطلب دجال کو سجدہ ہے۔ اگر مسلمان حکمران سمجھتے ہیں کہ اسرائیل کے آگے سجدہ ریزی کر کے وہ اپنے اقتدار کو بچالیں گے اور معاشی ترقی حاصل کرلیں گے تو یہ ان کی بھول ہے۔ ایسا کرنے سے درحقیقت وہ صرف عذاب الٰہی کو دعوت دیں گے۔

محمد انیس الرحمان: اس وقت یہ معاہدہ ایک اعلان کی حیثیت میں پورے عالم اسلام اور پوری دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ جہاں تک روابط اور تعلقات کا معاملہ ہے تو اوسلو معاہدے کے بعد سے یہ سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور یہ کوئی ڈھکے چھپے انداز میں بھی نہیں تھا۔ آج سے 24 برس پہلے شمعون پیرز (اسرائیل کا سابق وزیر خارجہ و وزیراعظم) دوحہ آیا اور وہاں تجارتی رابطوں کا دفتر قائم ہوا۔ اس وقت سے ان کے درمیان تجارتی روابط ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ دوحہ کے اس دفتر کی بلڈنگ پر اسرائیل کا جھنڈا نہیں لگا ہوا ہے۔ باقی سارے کام جوں کے توں چل رہے ہیں اور یہی سلسلہ کئی برسوں سے عرب امارات، عمان اور بحرین میں چل رہا ہے۔ بلکہ بحرین نے تو ایک قدم آگے بڑھ کر اسرائیل کے ساتھ رابطوں کا جو کمیشن بنایا تھا اس کی سربراہ بحرین کی ایک یہودی خاتون تھی۔ لہٰذا عربوں کے اسرائیل کے ساتھ تعلقات کوئی نئی بات نہیں ہے اور موجودہ معاہدہ اور ڈیل آف دی سنچری بھی کوئی نئی چیز نہیں ہے۔

حقیقت میں یہ سارا کچھ اسی روڈ میپ کے اوپر چلتا چلا جا رہا ہے جو پہلے سے طے شدہ ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ پورے عالم عرب میں وسائل، تیل کی دولت سب کچھ تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے آج تک کوئی ایسا تحقیقی ادارہ قائم نہیں کیا جو صہیونیوں کی اصلیت جان سکے۔ ان کو معلوم ہی نہیں ہے کہ اسرائیل میں موجود یہودی سامی النسل نہیں ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمدؒ و دیگر سکالرز نے نشاندہی کی ہے کہ یہ لوگ اصل یہودی نہیں ہیں بلکہ گوگ مگوگ ہیں جن کو قرآن مجید میں یاجوج ماجوج کہا گیا ہے۔ اصل سامی النسل یہودی اسرائیل میں بہت تھوڑی تعداد میں موجود ہیں اور ان کی حیثیت وہاں دوسرے درجے کے شہریوں کی ہے۔ جس طرح کسی زمانے میں جنوبی افریقہ میں گوروں کے مقابلے میں مقامی کالے تھے، ان کو دوسرے درجے کے شہری کی حیثیت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے دنوں جب ایک اصل یہودی ایک سفید فام یہودی کے ہاتھوں مارا گیا تھا تو اسرائیل میں ہنگامے پھوٹ پڑے تھے۔ چونکہ عالمی میڈیا سارا ان کے ہاتھ میں ہے اس لیے اس نے ان واقعات کو زیادہ نہیں دکھایا۔ بدقسمتی یہ ہے کہ علمی طور پر، انفرادی سطح پر ہمارے سکالرز نے کام تو کیا لیکن حکومتی سطح پر اس حوالے سے کوئی

کام نہیں کیا گیا کہ دنیا کو بتایا جائے کہ یہ لوگ اصل یہودی نہیں ہیں بلکہ یہ اس علاقے میں ایلین ہیں۔ اس حوالے سے دنیا پر یہ واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ لوگ بحیرہ خزر اور بلیک سی کے درمیانی علاقے سے آئے تھے اور یہ خزر ہیں جو کسی زمانے میں مشرقی یورپ اور پھر مغربی یورپ میں ہجرت کر گئے تھے اور بعد ازاں انہوں نے پورے یورپ اور امریکہ میں بینک قائم کر کے پوری دنیا کی معیشت پر قابض ہو گئے۔ ایک حیران کن بات میں آپ کو بتاؤں کہ پچھلے دنوں ایک عیسائی پادری نے بیان دیا کہ عرب ممالک کس حیثیت میں اسرائیل کو یروشلم سونپ رہے ہیں، ہم نے تو اس کی چابیاں حضرت عمر فاروق ؓ کو دی تھیں۔ اس پادری کی ویڈیو سوشل میڈیا کے اوپر موجود ہے۔ وہ اعتراض کرتا ہے کہ عربوں کو یہ حق ہی نہیں ہے کہ یروشلم کو یہودیوں کے حوالے کریں، اس نے کہا اگر یروشلم کے انتظام کے حوالے سے بات کرنی ہے تو ہم عیسائیوں سے کریں۔ یہ چیز ظاہر کرتی ہے کہ ہمیں تاریخی اعتبار سے بھی اس معاملے کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مصداق یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور صہیونی مقاصد اسی طرح پورے ہوتے رہیں گے۔ دوسری طرف عرب حکمران اس میں مددگار ثابت ہو رہے ہیں۔ لیکن عوام میں اس حوالے سے بہت بے چینی ہے۔ یہ چیزیں آگے جا کر امن کی علامات نہیں ثابت ہوں گی بلکہ یہ ایک بڑی جنگ کی علامات ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ یہ ڈیل آف دی سنچری ہے کیا؟ پہلے اس کو مڈل ایسٹ پیس پلان کا نام دیا گیا تھا اور اس کا باقاعدہ اعلان 28 جنوری 2020ء کو وائٹ ہاؤس میں ٹرمپ نے کیا تھا۔ لیکن اس سے بہت پہلے 2017ء میں جب ٹرمپ کا یہودی داماد جیرڈ کشنر بحرین گیا تھا تو وہاں اس منصوبے کی تفصیلات طے ہوئی تھیں اور بعض مقاصد سامنے لائے گئے تھے جن سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ڈیل آف دی سنچری پلان کا مقصد فلسطینیوں، عربوں اور امت مسلمہ پر اسرائیل کی حاکمیت اعلیٰ قائم کرنا ہے۔ اس پلان کے چند نکات حسب ذیل ہیں۔

1۔ غیر منقسم (مکمل) یروشلم اسرائیل کا دارالحکومت ہوگا۔

2۔ مغربی کنارے سمیت یہودیوں کی جتنی بھی بستیاں قائم ہو چکی ہیں وہ اسرائیل کا حصہ ہوں گی۔

3۔ اپنی بستیوں سے نکالے گئے فلسطینی جو غزہ کی پٹی میں محصور ہو چکے ہیں وہ اپنے گھروں کو واپس نہیں جا سکیں گے

4۔ فلسطینیوں کے لیے مختص کیے گئے علاقے آئندہ چار سال آمد و رفت کے لیے کھلے رہیں گے اور وہاں کوئی تعمیراتی کام نہیں کیا جائے گا۔

5۔ اس دوران فلسطینیوں کے پاس موقع ہوگا کہ وہ اس پلان کا جائزہ لیں، اسرائیل کے ساتھ مذاکرات کریں اور خود مختار ریاست کے لیے تعین شدہ پیمانے پر پورا اتریں۔

سوال: کیا معاہدے کی رو سے اسرائیل مزید عرب علاقے اسرائیل میں شامل نہیں کرے گا؟

ایوب بیگ مرزا: اسرائیل نے جو کہا ہے کہ مزید علاقے ضم نہیں کیے جائیں گے تو اس کی انہوں نے فوری تردید کر دی تھی کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بلکہ دلچسپ بات یہ ہے کہ متحدہ عرب امارات نے بھی اس کی تردید کر دی ہے۔ انہوں نے بھی کہہ دیا کہ یہ معاہدہ غیر مشروط ہے۔ مزید علاقے ضم کرنے کے حوالے سے ڈیل آف سنچری سے بالکل واضح ہے کہ وہ اس معاملے کو کچھ وقت

> ڈیل آف دی سنچری کا باقاعدہ اعلان 28 جنوری 2020ء کو وائٹ ہاؤس میں ٹرمپ نے کیا تھا۔ لیکن اس کی تفصیلات 2017ء میں ٹرمپ کے یہودی داماد جیرڈ کشنر نے بحرین میں بیٹھ کر طے کی تھیں۔

کے لیے ملتوی کر سکتے ہیں لیکن بالآخر انہوں نے آگے بڑھنا ہے اور مزید علاقوں کو اسرائیل میں ضم کرنا ہے۔ اگرچہ ظاہری طور پر جو اعلان ہوا ہے اس میں کہا گیا ہے کہ ایسا نہیں کیا جائے گا لیکن عیاری اور مکاری سے یہود کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ انہوں نے ہر مقام پر اس بات کو ثابت کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاہدہ اُمت مسلمہ کے لیے دھچکا نہیں بلکہ زلزلہ ہے، اس کے آفٹر شاکس مزید عرب ممالک کی پسپائی کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ عربوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب کوئی بزدل انسان یا بزدل قوم یہ سمجھے کہ میری پسپائی سے میرا دشمن مطمئن ہو جائے گا اور حالات ٹھیک ہو جائیں گے تو یہ اس کی غلط فہمی ہے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ دشمن اس کو دیوار کے ساتھ لگائے گا بلکہ اس کو دیوار کے اندر داخل کر دے گا۔ لہٰذا عرب حکمرانوں کی پسپائی سے صہیونی قطعاً مطمئن نہیں ہوں گے بلکہ وہ آگے بڑھ کر عرب علاقوں پر قبضہ کریں گے۔

سوال: کیا متحدہ عرب امارات کے بعد مزید عرب ممالک بھی اسرائیل کو تسلیم کرنے جا رہے ہیں؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: اس حوالے سے بیک ڈور ڈپلومیسی پہلے سے چل رہی ہے۔ ایک امریکی عہدیدار نے بھی کہا ہے کہ اگلے قدم کے طور پر بحرین بھی اسرائیل کو تسلیم کرنے والا ہے۔ اس سے پہلے مصر، اردن اور مراکش بھی اس کے پینل پر ہیں۔ آنے والے چند مہینوں میں اسرائیل کے پلڑے میں مزید عرب ممالک اپنا وزن ڈال دیں گے۔ جس کا نتیجہ مسلم سرنڈر ہے جس کو لوگ امن معاہدہ کا نام دے رہے ہیں۔ ہمیں ماننا چاہیے کہ یہ مسلم سرنڈر ہے۔ کیونکہ یہ مانیں گے تو دوبارہ اُٹھ کھڑے ہونے کا عزم ہم میں پیدا ہوگا۔ لیکن چونکہ ہم نے اس کو امن معاہدہ کا نام دیا ہے تو آنے والے دنوں میں یہودیوں سے تعلقات کے فضائل کئی جگہوں سے بتائے جائیں گے کہ ان سے نکاح جائز ہے، ان کی دعوتیں کھانا جائز ہے، ان کے ساتھ تعلقات بنانا جائز ہے اور اس کے لیے باقاعدہ احادیث بیان کی جائیں گی۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اسرائیل کے سامنے سرنڈر کا مطلب دجال کو سجدہ اور بیت المقدس کے معاملے میں سرنڈر ہے۔ یعنی آپ نے مان لیا کہ یہ سب کچھ ان کا ہے، آپ پیچھے ہٹ جائیں گے اور پھر وہ یہاں نہیں رکیں گے بلکہ وہ اپنے گریٹر اسرائیل کے منصوبے کے مطابق مدینہ منورہ تک پہنچیں گے۔ وہ آپ کو چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔ آپ نے ایک قدم آگے جگہ دی تو وہ دو قدم اور آگے آئیں گے۔

سوال: عرب ممالک کی طرف سے اسرائیل کو تسلیم کر لینے سے فلسطینی اور عرب عوام پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

محمد انیس الرحمان: گزشتہ تیس چالیس کی مشرق وسطیٰ کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اسرائیل کے ساتھ تعلقات بڑھانے سے عربوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ اُلٹا نقصان ہی ہوا ہے۔ اس معاہدے کے بعد بھی حالات مزید خراب ہوں گے۔ کیونکہ عرب عوام اور فلسطینیوں میں بے چینی بہت زیادہ ہے۔ ہم اس کو صرف گفتگو برائے گفتگو نہ سمجھیں بلکہ دنیا کے حالات پر ہماری نظر ہونی چاہیے۔ مشرق وسطیٰ میں حالات خراب ہونے شروع ہو چکے ہیں۔ ایک طرف سے چین بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ اس وقت دنیا کے تین بڑے سمندر ایک وار زون کے اندر آ چکے ہیں۔ ساؤتھ چائنہ میں ایک علیحدہ بلاک بن رہا ہے جس میں انڈیا، جاپان، آسٹریلیا اور ان کا سرپرست اعلیٰ امریکہ شامل ہیں۔ دوسرا بحیرۂ عرب میں گوادر اور چابہار کی دوڑ ہے۔ تیسرا وار زون بحیرۂ روم میں شروع ہو چکا ہے۔ اس حوالے سے میں نے لکھا ہے کہ جس وقت مصر میں الاخوان نے حکومت لی تھی تو یہ ان کی بہت بڑی

سیاسی غلطی تھی، انہیں حکومت نہیں لینی چاہیے تھی، بلکہ ان کو حکومت دی گئی یعنی ان کو لایا گیا تھا اور پھر ایک یا سوا سال کے اندر ایک فوجی آمر کے ذریعے سے وہاں مسلمانوں کا جو قتل عام ہوا اور جو تباہی مچاہی گئی وہ سب منصوبے کا حصہ تھا۔ ایک چیز نوٹ کرلیں کہ تحریکیں جب تحریک کی شکل میں ہوتی ہیں تو یہ بہت طاقتور ہوتی ہیں لیکن جب یہ سیاسی شکل میں آجاتی ہیں تو پھر یہ بہت سخت قید و بند میں جکڑی جاتی ہیں۔ اس وقت فلسطین کی نمائندہ تنظیم حماس ہے جس کی زیادہ تر قیادت ترکی میں بیٹھی ہوئی ہے۔ الاخوان کی قیادت بھی جا کر ترکی میں بیٹھ گئی ہے اور دونوں کو ترکی کی شہریت دے دی گئی ہے۔ جبکہ اسرائیل اور عرب حکمران اس کو اپنے لیے مشترکہ خطرہ سمجھ رہے ہیں۔ دیگر عربوں کو یہ ڈراوا دے دیا گیا تھا کہ مصر میں مرسی کی شکل میں اخوان آچکے ہیں۔ اب یہ سلسلہ آگے بڑھے گا اور خلیج کے اندر بھی عرب سپرنگ آئے گی، جمہوریتیں بحال ہوں گی، بادشاہتوں کے بستر لپیٹ دیے جائیں گے۔ اسی وجہ سے سعودی عرب اور یو اے ای وغیرہ کے بادشاہوں نے مل کر مصر کے آمر سیسی کو سپورٹ کیا۔ اس وقت الاخوان یہودیوں سے زیادہ عرب حکمرانوں کے لیے خطرناک بن چکے ہیں۔ یہی صورت حال فلسطینی عوام کی ہے۔ وہاں بڑی سخت بے چینی ہے۔ بلکہ وہاں اس معاہدے کے خلاف مظاہرے ہو رہے ہیں۔ عرب امارات کے جھنڈے انہوں نے جلائے ہیں، محمد بن زید کی تصاویر کو آگ لگائی ہے۔ یعنی انہوں نے ایک نفرت کا اظہار کیا ہے اور یہ نفرت صرف وہیں تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ تمام عالم عرب کی صورت حال یہی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اس معاہدے سے امن آجائے گا تو یہ اس کی بڑی بھول ہے۔ جیسا حالیہ معاہدے سے قبل بھی دونوں طرف کے لوگوں کا دعویٰ تھا کہ اس معاہدے سے تعلقات بحال ہوں گے اور امن آئے گا لیکن معاہدے کے فوراً بعد سے غزہ پر شدید قسم کی بمباری ہو رہی ہے۔ وہاں معصوم لوگ مارے جا رہے ہیں۔ یہ تمام چیزیں مایوس کن ہیں۔ ایک وقت تھا کہ جب مصر اور اردن نے اسرائیل کے ساتھ کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کیا تھا تو اس وقت امریکی صدر کلنٹن نے کہا تھا کہ یہ ابراہیم کے دو بیٹوں کے درمیان معاہدہ ہے۔ لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ ایک زمانے تک عربوں کے درمیان ایک غیر تحریری معاہدہ تھا کہ جو بھی اسرائیل کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا تو اس کو اس کی قیمت ادا کرنی پڑتی تھی۔ تین عرب صدور اور ایک بادشاہ اس غیر تحریری معاہدہ کی وجہ سے اپنے انجام کو پہنچے ہیں۔ لبنان میں بشیر الجمائل، پھر مصر کے قاسم النقشری، پھر موجودہ اردن کے شاہ عبداللہ کے دادا، ان کا نام بھی عبداللہ تھا، ان کو بھی مسجد اقصیٰ کی سیڑھیوں پر گولیاں ماری گئی تھیں، اس لیے کہ وہ اسرائیل کے ساتھ روابط بڑھا رہے تھے۔ پھر انور السادات اس کی سب سے بڑی مثال ہے جس کو پریڈ کے دوران اُڑا دیا گیا۔

اب بھی عرب عوام قطعاً اسرائیل کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں جو بھی کر رہے ہیں وہ عرب حکمران کر رہے ہیں۔ مثلاً سعودی حکمرانوں کے نیوم پروجیکٹ پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے جس کے تحت بتایا گیا ہے کہ سعودی عرب کے شمالی علاقے پر سعودی قوانین کا نفاذ نہیں ہوگا۔ تاریخی طور پر دیکھا جائے تو بنی اسرائیل کا صحرا نوردی کا دور شمال سعودی عرب میں گزرا ہے، یہ تبوک کا ہی سارا علاقہ تھا، وہیں پر بچھڑے کی پیدائش ہوئی، وہیں پر طور سینا ہے، وہیں تورات اُتری تھی۔ اسرائیلی اس بات سے واقف ہیں۔ 1984ء میں امریکیوں اور اسرائیلیوں نے مل کر ریڈسی کے اندر وہ جگہ تلاش کر لی تھی جہاں پر ساری فرعون کی فوج پڑی ہوئی ہے۔ اب اسی تبوک کے علاقے میں نیوم پروگرام کے تحت بظاہر تو ماڈرن سٹی بن رہا ہے لیکن بعد میں یہ اسرائیلیوں کے حوالے ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ گریٹر اسرائیل کے پلان کا حصہ ہے۔ جب اس نیوم پروگرام کا اعلان کیا گیا تھا تو اس کے پس منظر سے واقف لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ کچھ ہونے جا رہا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: محترم انیس الرحمان نے ایک بات کہی جس کی میں تائید کرنا چاہوں گا کہ اخوانیوں کو مصر میں اقتدار قبول نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اخوان المسلمون الیکشن کے ذریعے سے کامیاب ہوئے تھے، ان کی اسمبلی میں اکثریت تھی لیکن ان کا اثر ورسوخ عدلیہ، انتظامیہ اور اسٹیبلشمنٹ جیسے اداروں میں نہ ہونے کے برابر تھا جس کی وجہ سے مافیاز نے ان کو فیل کر دیا۔ اسی لیے تنظیم اسلامی یہ سمجھتی ہے کہ پاکستان میں یا کسی دوسرے ملک میں انتخابات کے ذریعے اسلامی نظام ممکن ہی نہیں۔ یہاں تو اس کا امکان ہی نہیں ہے کہ مذہبی جماعتیں انتخابات میں اکثریت حاصل کر سکیں گی لیکن فرض کریں اگر انہوں نے اکثریت حاصل بھی کر لی تو یہاں بھی مصر جیسی صورت حال پیدا ہوگی۔ انقلاب جب بھی آئے گا تو صرف تحریک کے ذریعے آئے گا اور جب تک ملک کے ہر ادارے میں تبدیلی نہیں آئے گی تب تک انقلاب کامیاب نہیں ہوگا۔

سوال: کیا یو اے ای کو ڈرا دھمکا کر معاہدہ قبول کرنے کے لیے مجبور کیا گیا؟

ایوب بیگ مرزا: میں اس طرح نہیں سمجھتا بلکہ یو اے ای والے معاہدہ قبول کرنے کے لیے منتظر تھے کہ آپ حکم کیجیے۔ اس لیے کہ ان کے مدنظر صرف اپنی کرسی، اقتدار اور اپنی ذات ہے۔ اسلام کے نظام کے بارے میں سوچنا تو دور کی بات ہے وہ تو اپنے ملک اور قوم کے حوالے سے نہیں سوچ رہے۔ لیکن انہیں معلوم نہیں کہ پسپائی کی کوئی حد نہیں ہوتی تا آنکہ وہ قوم جو پسپائی اختیار کرتی ہے وہ گڑھے میں گر کر تباہ ہو جاتی ہے۔ ٹیپو سلطان کے قول کے مصداق ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے'' مرنا تو پھر بھی تم نے ہے، یا تو لکھوا لو کہ تا قیامت تمہیں یہ اقتدار مل چکا ہے۔ لیکن اگر تم سمجھتے ہو کہ کبھی تمہارا باپ اقتدار میں تھا جواب زمین کے اندر ہے اسی طرح تمہاری باری بھی آئے گی تو پھر اس بات کو بھی سمجھو کہ اگر تم اپنے ذاتی مفاد کو قوم، ملک، دین اور امت پر ترجیح دو گے تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو قوم و ملت کے غداروں کا ہوتا ہے۔ لہٰذا میں نہیں سمجھتا کہ انہیں اس کے لیے کسی دھمکی کی ضرورت ہے وہ پیار محبت سے بھی مان رہے ہیں۔

سوال: اس معاہدے کی حالیہ ٹائمنگ کتنے اثرات مرتب کرے گی؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: اس وقت دنیا میں تین چیزیں بہت اہم ہیں۔ ایک امریکی صدر ٹرمپ کی گرتی ہوئی مقبولیت، دوسرا نیتن یاہو پر کرپشن کے سخت الزامات اور مواخذے کا خطرہ اور تیسرا ترکی کا بڑھتا ہوا اثر و رسوخ۔ عنقریب امریکہ میں الیکشن آرہے ہیں اور جس تیزی سے ٹرمپ کی مقبولیت کا گراف نیچے آیا ہے گزشتہ کسی صدر کا اتنا نیچے نہیں آیا۔ جارج فلائیڈ کے قتل پر جو ہنگامے ہوئے وہ وائٹ سپرمیسٹ کو اچھالنے کے لیے ہوئے۔ کیونکہ اس نے وائٹ سپرمیسی کے نعرے کے اوپر ہی پہلا الیکشن جیتا تھا۔ اگر کالے، ایشیائی وغیرہ دوسرے لوگ ملا لیے جائیں، وہ سارے اکٹھے بھی ہو جائیں تو پھر بھی وہ پندرہ فیصد سے کم ہوں گے۔ ٹرمپ ان سب کو کنارے لگا کر وائٹ سپرمیسی کے حامیوں کے ووٹوں سے منتخب ہونا چاہتا تھا۔ مگر اس کا گراف بہت تیزی سے نیچے گر رہا ہے۔ وہ افغانستان سے اس لیے بھاگ رہا ہے

تاکہ جنگ ختم کرنے کا کریڈٹ خود لے سکے۔اسی طرح اس معاہدے کے ذریعے وہ اپنا گراف بڑھانا چاہتا ہے تو یہ صحیح ٹائمنگ ہے۔

سوال: کیا پاکستان کو اسرائیل کو تسلیم کر لینا چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: ہرگز نہیں! کسی صورت تسلیم نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ہم اسرائیل کی مخالفت صرف فلسطینیوں یا عربوں کی وجہ سے نہیں کرتے بلکہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کا یہ تقاضا بھی ہے۔قرآن کریم کی بہت سی آیات یہودیوں کی معصیت اور نافرمانیوں کے تذکرے سے بھری ہوئی ہیں۔اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث بھی ہیں۔نبی اکرم ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ یہودی کے گھر میں سونا نہیں ہے۔آپ ﷺ نے یہ اس لیے کہا کہ یہودی عیار و مکار ہے، قابل بھروسا نہیں ہے۔لہٰذا ہمیں اللہ و رسول ﷺ کے احکام کے مطابق چلنا ہے۔پھر قرآن کریم کی آیات میں یہودیوں کے بارے میں واضح طور پر فرمایا گیا کہ یہ ہمارے دشمن ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ﴾ (المائدہ:82) ”تم لازماً پاؤ گے اہل ایمان کے حق میں شدید ترین دشمن یہود کو اور ان کو جو مشرک ہیں۔“

آج ہم قرآن پاک کی حقانیت کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ آج بھارت اور اسرائیل ہمارے بدترین دشمن ہیں۔ویسے پاکستان کے وزیراعظم نے واضح طور پر کہا ہے کہ ہم اسرائیل کو نہیں تسلیم کریں گے۔میں سمجھتا ہوں کہ اگر پاکستان کسی موقع پر اسرائیل کو تسلیم کرتا ہے تو یہ اپنی بنیادوں پر تیشہ چلانے اور وجود کا جواز ختم کرنے کے مترادف ہوگا۔اس کے علاوہ پاکستان کشمیر سے بھی ہاتھ دھو لے گا اور مسلمانوں کی تمام امیدوں پر پانی پھر جائے گا۔اس وقت امت مسلمہ میں پاکستان اور ترکی کے سوا کوئی ملک ایسا نہیں ہے کہ جس کی طرف مسلمان اُمیدیں لگائے بیٹھے ہوں۔لہٰذا کسی صورت میں پاکستان کو اسرائیل کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے اور جو حکومت بھی اسرائیل کو تسلیم کرے گی تو عوام اس کو چھوڑیں گے نہیں۔اُسے شدید عوامی ردعمل کا سامنا کرنا پڑے گا۔

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

کارِ تریاقی

حذر اے چیرہ دستاں!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری اس دور میں ہوئی جب دنیا جہالت اور گمراہی کی اتھاہ تاریکیوں میں غرق تھی۔آپؐ کے ایک بیٹے محمد بن عبداللہ (سیدنا مھدی) کو ایسے ہی حالات میں آنا ہے جب بظاہر اصل اسلام پر زندہ رہنا مشکل ترین (ہتھیلی پر دھرا انگارہ) بنا دیا جائے گا۔دنیا سے اسلام مٹا دیئے جانے کے سارے اسباب یکجا ہو جائیں گے۔علمائے حق غلافِ کعبہ پکڑ کر روئیں گے، اللہ سے فریاد کر رہے ہوں گے۔دوسری طرف دجالی قوتیں کارفرما ہوں گی۔نگاہ اٹھا کر گریٹر اسرائیل کی تیاری، تعمیر و تکمیل میں مسلمان رئیس ممالک کی شرکت، اینٹ گارا ڈھونے میں تندہی ملاحظہ ہو! مسلم دنیا کے عوام کو دیکھئے۔مسلمان 20 سالوں میں جہاں جہاں اجاڑے گئے آج تک سنبھل نہ سکے، آباد نہ ہو سکے۔بنگلہ دیش کے کیمپوں میں رلتے خوار و زار غیر اسلامی حالات میں رہتے 7 لاکھ روہنگیا مرد عورتیں بچے دیکھئے۔جو سمندروں میں ڈوبے، وہ پار لگ گئے۔افغانستان، عراق، شام کے کھنڈرات، یمن اور اب لیبیا! فلسطینی زمینوں پر قبضہ ہوتے ہوئے اب باری ہے مغربی کنارے سے انہیں بے دخل کرنے کی۔وادیٔ اردن میں نیا شہر آباد کیا جا رہا ہے پوری دنیا سے یہودی لا کر آباد کاری کرتے کرتے۔فلسطینیوں کے حصے دنیا بھر میں منتشر ہو کر دربدری مقدر ہے۔یا پھر اپنی سرزمین پر قابض اسرائیلیوں کے راکٹ، میزائیل، گرفتاریاں۔مسلم دنیا منہ موڑے آج کے گرم گرم خبرنامے اسرائیل تسلیم کیے جانے، اس کے قبضے کو جواز بخشنے کی راہیں تلاش کرتے۔ملکوں ملکوں تگ و دو دیکھ رہی ہے! ضمیر عالم بحر مردار میں غوطہ زن ہے۔اسرائیلی کردار کا گھناؤنا پن اگر دیکھنا چاہیں تو اسے بیان کرتے بھی قلم کسمساتا ہے۔یہ بہ کراہت بیان یوں کیا جا رہا ہے کہ جس مغرب کی تقدیس و عظمت کے گن گاتے ہمارے مستغربین دم نہیں لیتے، وہ عیسائی یہودی دنیا کے یہی کردار ہیں جن سے ہم دن میں 32 مرتبہ سورۃ الفاتحہ میں پناہ کی دعا مانگتے ہیں۔مغضوب وضالین۔دنیا میں سیاسی، معاشی، اخلاقی، جنگی فساد انہی کے مرہونِ منت ہیں۔ے

دنیا میں بہت روشنی ٔ علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیواں ہے یہ ظلمات

سو دیکھئے یہ کتنے مہذب ہیں۔مغرب میں ہر جگہ لائن لگا کر اپنی باری کا انتظار کرتے ہیں۔ہماری طرح کے ہڑبونگے نہیں ہیں۔منظم اور منضبط ہو کر دنیا میں ترقی کی ہے۔انہوں نے بحر احمر کی تفریح گاہ کے ایک کمرے میں 16 سالہ اسرائیلی لڑکی جو نشے میں دھت تھی، اس کی مدہوشی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے 30 اسرائیلیوں نے لائن کمرے کے باہر لگا کر اسے باری بارہ تباہ کیا۔جو اپنی ہم وطن، ہم مذہب کے حق میں درندے ہیں، فلسطینیوں کے ساتھ کونسا ظلم ہے جو انہوں نے روا نہ رکھا 72 سالوں میں؟ سنگینوں، میزائیلوں تلے گزرتی زندگی، مسجد اقصیٰ کے تحفظ پر اپنے بیٹے قربان کرتے فلسطینیوں کا آخری سہارا یہ تھا کہ ایٹمی پاکستان، عرب دنیا، چلیئے اشک شوئی ہی کے لیے، ان کے حقوق کے لیے آواز اٹھاتی رہتی تھی۔نائن الیون کے بعد مسلمان ممالک امریکہ کے اتحادی بن کر اپنے ہی مظلوموں کی بربادی میں جو حصہ دار بننے شروع ہوئے تو آج ہم آنکھیں پھاڑے اماراتی اسرائیلی معاہدے پر شاداں و فرحاں عرب ممالک کو دیکھ رہے ہیں جواب باری باری ایسے ہی معاہدوں کی تیاری میں ہیں۔ٹرمپ نے اس معاہدے پر بغلیں بجاتے ہوئے مزید مسلم ممالک کے ایسے اقدام کی نوید سنائی ہے! اومان، بحرین، قطر، سوڈان متوقع ہیں اسی لائن میں لگے۔رومانی وزیر خارجہ کی بات چیت ہوئی ہے اپنے اسرائیلی ہم منصب سے۔یاد رہے کہ 2018ء میں سلطان قابوس مرحوم مسقط میں اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو سے ملاقات کر چکے۔اماراتی فیصلہ یکدم تو نہیں ہوا۔امریکی سفارتخانے کی قدس منتقلی سے اسے اسرائیلی دارالحکومت تسلیم قبول کر لینا عربوں کا بالخصوص اور دنیا کے ہر مسلمان کے ایمان کا بالعموم امتحان تھا، لٹمس ٹسٹ تھا۔اتنا بڑا پتھر پھینک کر جب دشمن نے لہریں گنیں تو نکی ہیلی (امریکی سفیر برائے یو این) نے کہا: ہم نے سمجھا تھا آسمان گر پڑے گا۔مگر عرب لیگ میں معمولی سی بے چینی ہوئی اور بس! (اسی دوران سعودی

عرب اور قطر نے امریکہ سے اربوں ڈالر اسلحے کے معاہدے کیے!) سواقصیٰ پر انبیاء کرام علیہم السلام کے قاتلوں اور مکذبین کا فائق ترحق امت نے قبول کرلیا۔ سسکی بھرے بغیر دستبرداری ہوگئی! ہم نے قبل ازیں کشمیر پر بیتے اس کرفیو اور بدترین حقوق سلبی کے ایک سال کے دوران اپنے امراء ممالک کی بے حسی، بلکہ بھارت کے ساتھ بے رحمانہ یک جہتی کو بھی دیکھا۔ مودی کے اعزازات اور امارات میں مندر کی تعمیر، بابری مسجد پر مندر کی شروعات ہمارے سامنے کی بات ہے۔ اس تابوت کا آخری کیل یہ اسرائیلی معاہدہ ہے۔ اس کی بنیاد تو 27 اکتوبر 2018ء کی ایک تصویر میں عیاں ہے۔ اسرائیلی ثقافت اور کھیلوں کی خاتون وزیر، اماراتی کھیلوں کی فیڈریشن کے صدر کا ہاتھ جس وارفتگی سے دبوچے ہوئے ہے اور صدر کی بدن بولی سراپا نیاز، ہمہ تن فدویت کی ہے۔ 'آنے والے دور کی ہلکی سی ایک تصویر دیکھ'۔ آج وہ حقیقت بن چکی ہے۔ زیر زمین 10 سال کی محنت کا یہ پکا ہوا پھل ہے جو گریٹر اسرائیل کی تیاری میں ان کی جھولی میں جا پڑا ہے۔ اب دودھ کی رکھوالی پر اسرائیلی بلا لا بٹھایا ہے۔ سب سے پہلا امارات کا دورہ موساد چیف نے کیا ہے۔ امارات سے سیکیورٹی کے میدان میں باہم تعاون پر بات چیت ہوئی! ایران کا ہوّا دکھا دکھا کر۔ (کچھ کاگ، جو کھیت میں پرندے جانور بھگانے کو ڈراؤنا پتلا کھڑا کیا جاتا ہے)۔ عرب دنیا کو امریکہ نے اسلحہ خریدنے اور اسرائیل کے آگے گھٹنے ٹیکنے تک لے آنے پر اسی طرح گھیرا۔ اب اماراتی سیکیورٹی کے لیے موساد خود چل کر آ گئی۔ غنیمت ہے کہ سعودی عرب نے مسلم عوام کے ردِعمل کا اندازہ لگا کر فی الوقت ایسے معاہدے کی نفی کا اعلان کیا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو سعودی مرکزیت کھو دیں گے۔ امت پہلے ہی عمر رسیدہ ملائشین مہاتیر (اگرچہ سیکولر ہیں) کو کشمیر اور فلسطین پر دوٹوک مؤقف کی بنا پر پسند کرتی ہے۔ خلافتِ عثمانیہ کے خواب آنکھوں میں سجائے اردوان کو دلچسپی اور امید بھری نگاہوں سے دیکھتی ہے۔ جو جہاد کی بات کرتا بھی گھبراتا نہیں ہے۔ میئر استنبول کی حیثیت سے ایک ریلی میں اردوان نے ضیاء گوک الپ کی شاعری سنا کر 4 ماہ جیل بھی کاٹی تھی۔ مسجدیں ہماری پناہ گاہیں ہیں، گنبد ہمارے خود ہیں، مینار ہماری سنگینیں ہیں اور اہل ایمان ہمارے سپاہی ہیں! آیا صوفیہ کی بحیثیت مسجد بحالی، نیز ایک مزید چرچ جو مسجد بنی تھی جسے اتاترک نے میوزیم بنایا، بحال کر دیا بحیثیت مسجد!

یہ واقعات ترکی کی وقعت بڑھانے کا کام کر رہے ہیں۔ عرب وعجم کی تفریق اسلام نے ختم کر دی۔ سلطان محمد فاتح ؒ کو عرب دنیا نے بھی بے پناہ محبت دی۔ تاہم یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ اقصیٰ پہلے عربوں کے ہاتھوں کھوئی گئی اور بازیابی عجمی صلاح الدین ایوبی ؒ کے ہاتھوں ممکن ہوئی! اس وقت مسلم عوام کی نظریں اماراتی معاہدے کو دکھ سے دیکھ رہی ہیں۔ اب پومپیو بھی امارات کو دورے کا شرف بخشنے کو ہے۔ خود امریکہ پر غیر معمولی طور پر اللہ کا قہر بصورت گرج چمک کڑک برس رہا ہے۔ کورونا ابھی تھما نہیں پوری ریاست کیلی فورنیا میں 20 ہزار مرتبہ آسمانی بجلی کے حملوں، گرمی اور خشکی اور غیر معمولی طوفان نے مل کر گزشتہ 4 سالوں سے جو ریکارڈ آگ جنگلوں میں لگ رہی تھی اسے بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ سات لاکھ اکہتر ہزار (771000) ایکڑ جل کر خاکستر۔ گاڑھا دھواں، رہائشی بے گھر۔ واشنگٹن پوسٹ کی رپورٹ ہے کہ عالمی وبا کے بیچ یہ نیا 'ٹیرر'، دہشت کا سامان اٹھ کھڑا ہے۔ وائرس کے خوف پر آسمانی بجلی کے کڑکے اور آگ مزید دہلا رہی ہے۔ یہ بالاقساط اپنا بویا ہوا کاٹ رہے ہیں۔ افغانستان، شام، عراق، یمن میں اپنے آپریشنوں کو گرجتے کڑکتے نام دینے والوں کو آج خود اسی قہر کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ دھوئیں کا کمبل مزید 10 ریاستوں اور جنوب مغربی کینیڈا، بحرالکاہل تک کو ڈھانپ رہا ہے۔ بموں کے مشابہ آسمانی بجلی برس رہی ہے۔ مظلوموں کا بدلہ لینے کو ننھا کورونا بھی کم نہ تھا اب یہ آسمانی مظاہر درپیش ہیں۔ اللہ کی پکڑ شدید ہے 'اللہ نے انہیں گھیرے میں لے رکھا ہے' کی قرآنی وارننگ ہم بچشم سر دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے پاس گنجائش نہیں ہے گریٹر اسرائیل گیم کا حصہ بننے کی۔ یہ قبلۂ اول پر اکھٹے مغضوبین کی فہرست میں نام لکھوانا ہے۔ پاکستان کی سید احمد شہیدؒ تا قیامِ پاکستان کی ایمانی تحریک اس کی متحمل ہی نہیں ہو سکتی۔ ؎

حذر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(8 تا 19 اگست 2020ء)

نئے امیر تنظیم شجاع الدین شیخ صاحب نے 08 اگست 2020ء کو 12:30 بجے مشورہ کے لیے مرکزی عاملہ کا اجلاس منعقد کیا۔ بعد نماز ظہر مرکز کے تمام شعبوں کے کارکنان سے اجتماعی ملاقات کی۔ بعد ازاں الگ الگ ہر علاقائی/زونل نظم سے نائبین ناظم اعلیٰ، امراء و ناظمین حلقہ جات اور ارکان مرکزی شوریٰ سے ملاقاتیں کیں۔

اگلے روز اتوار (9 اگست 2020ء) کو صبح 09:00 بجے سے 11:00 بجے تک بعض رفقاء تنظیم سے انفرادی ملاقاتیں کیں۔ بعد از ظہر نائب امیر اور ناظم نشر و اشاعت کے ہمراہ صدر اور ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن سے ملاقاتیں کیں۔ اسی روز شعبہ سمع و بصر کے محترم آصف حمید سے ان کے دفتر میں ملاقات کی اور ''زمانہ گواہ ہے'' کے پروگرام کی ریکارڈنگ کروائی۔ روزنامہ نیوز کے نمائندہ کو انٹرویو دیا اور رفقاء سے خطاب کی ریکارڈنگ کروائی۔ بعد ازاں سابقہ امیر محترم حافظ عاکف سعید اور قرآن اکیڈمی لاہور کے شعبہ تحقیق کے انچارج اور کلیۃ القرآن کے مہتمم محترم حافظ عاطف وحید سے ملاقات کی۔

سوموار (10 اگست 2020ء) کو 11:30 بجے کے بعد بذریعہ روڈ کراچی کے لیے روانگی ہوئی۔

منگل (11 اگست 2020ء) کو Nco چینل پر Live پروگرام میں اوریا مقبول جان کے سوالوں کے جوابات دیئے۔ جمعرات (13 اگست 2020ء) کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں 14 اگست کے حوالے سے خصوصی بیان ریکارڈ کروایا۔ جمعہ (14 اگست 2020ء) کو کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ ہفتہ (15 اگست 2020ء) کو مختلف تنظیمی امور پر نائب امیر سے مشورہ کے بعد فیصلے کیے۔ اتوار (16 اگست 2020ء) کو انجمن خدام القرآن سندھ کے زیر اہتمام تقریب تقسیم اسناد کی صدارت کی اور خطاب فرمایا۔ سوموار۔ منگل (17 و 18 اگست 2020ء) کو کچھ میڈیا چینلز کے لیے ریکارڈنگ کروائی اور تنظیمی امور نمٹائے۔ مزید برآں علم فاؤنڈیشن کے پروگرام ڈائریکٹر کی حیثیت سے کچھ مصروفیات رہیں۔ نائب امیر سے تنظیمی اُمور پر گفتگو اور مشورہ کے لیے مستقل رابطہ رہا۔

بدھ (19 اگست 2020ء) کو دارالاسلام مرکز، لاہور واپسی ہوئی۔ مرکز میں صبح 09:00 بجے رجوع الی القرآن کورس میں لیکچر دیا۔ بعد ازاں 09:45 سے مرکز میں ناظم اعلیٰ، ناظم مالیات اور ناظم تعلیم و تربیت سے (نائب امیر کے ہمراہ) الگ الگ ملاقاتیں کیں۔ یہ سلسلہ نماز مغرب تک جاری رہا۔ مغرب سے عشاء کے دوران حلقہ لاہور غربی کے ایک ملتزم رفیق سے انفرادی ملاقات کی۔

تنظیم اسلامی کی ہیئت تنظیمی بیعت سمع وطاعت کی منصوص، مسنون، ماثور اور معقول اساس پر مبنی ہے اور گزشتہ 45 سال سے یہ قافلہ سخت جاں ''بیعت سمع وطاعت کی برکات کی وجہ سے اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے، حال ہی میں اسی نظام بیعت کے تحت تنظیم اسلامی کے تیسرے امیر محترم شجاع الدین شیخ نے اپنی یہ ذمہ داری اس انداز سے سنبھالی کہ نہ ہی کوئی شور وہنگامہ ہوا، نہ ہی ووٹ کے حصول کے لیے کنویسنگ کی گئی اور نہ ہی کسی قسم کی گروپنگ یا مخالفت ہوئی بلکہ نظام بیعت کی برکات کی وجہ سے چند گھنٹوں کے اندر بڑی خوش اسلوبی سے یہ مرحلہ طے پا گیا جس کی وجہ سے آج جبکہ مذہبی وسیاسی ہر طرح کی جماعتوں اور اداروں میں جمہوریت سے ساری امیدیں وابستہ کی جارہی ہیں، رفقاء تنظیم کا یقین سنت نبویؐ سے مستعار لیے گئے نظام بیعت پر مزید محکم ہوگیا ہے، لہٰذا اسی اہم موقع کی مناسبت سے بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ایک اہم تحریر بعنوان ''حزب اللہ کی مسنون تنظیمی اساس'' جو قبل ازیں ماہنامہ میثاق جون 1993ء میں شائع ہو چکی ہے قند مکرر کے طور پر دوبارہ ندائے خلافت میں شائع کی جارہی ہے۔ (ادارہ)

حزب اللہ
(یعنی اسلامی انقلابی جماعت)
کی مسنون تنظیمی اساس

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

نبی اکرم ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل ''حزب اللہ'' کی تنظیمی اساس جس ''بیعت سمع وطاعت'' پر استوار فرمائی تھی اس کا محل وقوع ظرف مکان اور ظرفِ زمان دونوں کے اعتبار سے اہمیت کا حامل بھی ہے اور دلچسپی کا موجب بھی!

یہ بیعت آنحضور ﷺ نے نبوت کے تیرہویں سال حج کے موقع پر یثرب (جو ہجرت کے بعد پہلے ''مدینۃ النبی ﷺ'' قرار پایا اور بعد ازاں مدینہ منورہ کے نام سے موسوم ہوا) سے آئے ہوئے بہتر (72) مسلمانوں سے لی تھی۔ اور اسے تاریخ اور سیرت میں ''بیعت عقبہ ثانیہ'' کا عنوان دیا گیا ہے۔

یہ عقبہ ایک تنگ گھاٹی (عقبہ عربی زبان میں اونچی اور تنگ گھاٹی کو کہتے ہیں) جو وادیٔ منیٰ کے اس کنارے سے جو مکہ مکرمہ سے متصل ہے کسی قدر مشرق کی طرف، وادیٔ منیٰ کے شمال مغربی جانب واقع تھی۔ اب تو وادیٔ منیٰ کے لیے پہاڑوں کو کاٹ کر نہایت کشادہ اور سیدھا راستہ مکہ سے آنے والوں کے لیے بنا دیا گیا ہے، لیکن اس سے قبل وادیٔ منیٰ میں داخلہ کے لیے لازمی طور پر اسی اونچی اور تنگ گھاٹی میں سے گزرنا پڑتا تھا۔ یہ ماضی کا صیغہ میں بار بار اس لیے استعمال کر رہا ہوں کہ چند سال قبل جو عظیم الجثہ پہاڑ اسے وادیٔ منیٰ سے جدا کرتا تھا، اسے بھی کاٹ کر سپاٹ کر دیا گیا ہے اور اب یہ گھاٹی وادیٔ منیٰ کا حصہ بن چکی ہے!

اب سے اٹھارہ سال قبل (1974ء میں) جب حج بیت اللہ کے لیے تیسری بار حاضری ہوئی تو اس سے متصلاً قبل سیرت سید احمد شہیدؒ میں اس گھاٹی کا ذکر تفصیل سے پڑھنے میں آیا تھا۔ اس لیے کہ انہوں نے بھی آنحضور ﷺ کے اتباع میں اپنے رفقاء سے اسی مقام پر بیعت لی تھی......

چنانچہ میں نے بعض مقامی عربوں (معلموں وغیرہ) سے بھی اسی کے محل وقوع کے بارے میں دریافت کیا اور ایسے پاکستانی حضرات بھی جو طویل عرصہ سے وہیں مقیم تھے، لیکن کوئی بھی اس کی نشاندہی نہیں کر سکا، بلکہ معلوم ہوا کہ اکثر لوگوں نے کبھی اس کا ذکر تک نہیں سنا! لیکن میرے دل میں جو تجسس تھا اس نے مجھے منیٰ کے مشرقی حصے میں وادی کے دونوں جانب کے پہاڑوں اور وادیوں میں کسی قدر بادیہ پیمائی کے بعد بالآخر اس مقام تک پہنچا دیا۔ چنانچہ اچانک ایک جگہ ایک بوسیدہ سی ویران مسجد نظر آئی جس پر خط کوفی میں کتبہ بھی لگا ہوا تھا جو امتداد زمانہ کے باعث پورا تو پڑھنے میں نہ آسکا لیکن اس سے اس قدر معلوم ہوگیا کہ ''جاایں جااست!'' کے مصداق یہی وہ مقام ہے جہاں نبی اکرم ﷺ نے اہل یثرب سے مسلسل تین سال حج کے ایام میں وہ ملاقاتیں اور گفتگوئیں فرمائیں جن سے ہجرت مدینہ کی راہ ہموار ہوئی اور انسانی تاریخ کے دھارے کا رخ بدل کر رہ گیا!

میں اپنے دو ساتھیوں جناب قمر سعید قریشی اور ڈاکٹر خواجہ نسیم الدین کو بھی وہاں لے گیا، مسجد نہایت بوسیدہ حالت میں تھی، صدر دروازہ مقفل تھا، اندر کتوں نے ڈیرے لگائے ہوئے تھے، ہم بمشکل دیوار پھاند کر اندر گئے۔ کچھ جگہ صاف کی اور وہاں نوافل ادا کیے......(یہاں اس امر کا ذکر محض بر سبیل تذکرہ ہے کہ اس مسجد کے ساتھ یہ سلوک علمائے نجد کے اس سخت موقف کے باعث ہے کہ وہ تاریخی مقامات کو محفوظ رکھنے کو بھی بدعت خیال کرتے ہیں)......

یہ مسجد ترکوں نے اپنے دور خلافت میں بنوائی تھی جو 91ء کے حج تک تو اپنی اس زبوں حالی کے ساتھ، بلکہ اس کی شدت میں اضافے کے ساتھ موجود تھی۔ اب تک ہو سکتا ہے کہ جن بلڈوزروں نے اس پہاڑ کا نام ونشان مٹا دیا تھا جو اس گھاٹی کو وادیٔ منیٰ سے جدا کرتا تھا وہ اس مسجد پر بھی چل چکے ہوں!

اب آیئے ظرف زمان کی جانب۔ سن دس (10) نبوی آنحضور ﷺ کی حیات طیبہ کا مصائب اور مشکلات کی شدت کے اعتبار سے سخت ترین سال تھا۔ اسی بنا پر آپ ﷺ نے اسے ''عام الحزن'' یعنی رنج وغم کا سال قرار دیا۔ آپ ﷺ کی دس سالہ دعوت وتبلیغ اور شدید محنت ومشقت کے نتیجے میں اس وقت تک لگ بھگ صرف سوا سو، یا زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو اشخاص ایمان لائے تھے اور پورا مکہ بحیثیت مجموعی آپ ﷺ کی جان کا دشمن تھا، اس ضمن میں مشرکین مکہ کی راہ میں حائل صرف ابو طالب کی شخصیت تھی جو بنو ہاشم کے سردار ہونے کے ناطے اہمیت کے حامل تھے اور مسلسل دس سال سے آنحضور ﷺ کی پشت پناہی کر رہے تھے، اس سال ان کا انتقال ہوگیا تو مکہ کی قبائلی پارلیمنٹ ''دار الندوہ'' میں آنحضور ﷺ کے قتل

کا ریزولیوشن منظور ہو گیا۔ اس پر آپ ﷺ نے اپنی دعوت وتحریک کے لیے کسی متبادل قاعدے (Base) کی تلاش میں طائف کا سفر کیا لیکن وہاں جو توہین آمیز اور جلی کٹی باتیں آپ ﷺ کو سننی پڑیں، بلکہ جو جسمانی تشدد جھیلنا پڑا، وہ مکہ میں دس سال میں بھی نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا وہاں سے واپسی ہوئی اور وہ بھی اس حال میں کہ اب مکہ میں داخلہ ایک سردار مطعم بن عدی کی امان حاصل کر کے ہی ہو سکا۔ (یہ شریف اور بامروت انسان، افسوس ہے کہ، حالت کفر ہی میں انتقال کر گیا۔ لیکن آنحضور ﷺ کو اس کے احسان کا اس درجہ پاس تھا کہ بعد میں جنگ بدر کے اسیروں کے ضمن میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر آج مطعم زندہ ہوتا اور وہ سفارش کرتا تو میں ان تمام قیدیوں کو بغیر کسی فدیہ کے رہا کر دیتا!)

اس مایوسی کے عالم میں نبوت کے گیارہویں سال (جولائی 620ء میں) حج کے موقع پر اس تنگ گھاٹی میں آنحضور ﷺ کی ملاقات چھ اشخاص سے ہوئی جن کا تعلق یثرب کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ اور بحمد اللہ وہ اسلام لے آئے اور اس طرح یثرب کی طرف ایک کھڑکی کھل گئی جس سے امید کی ہوا کا ٹھنڈا جھونکا آیا۔ اور اللہ کی وہ شان ظاہر ہوئی جس کا ذکر سورۃ طلاق میں ہے کہ ''وہ ایسے راستوں سے عطا فرماتا ہے جس کا انسان کو گمان تک نہیں ہوتا'' (آیت نمبر:3)۔ اگلے سال یعنی نبوت کے بارہویں سال یثرب سے بارہ افراد کا قافلہ آیا جس میں سے پانچ تو وہی تھے جو پہلے سال ایمان لا چکے تھے اور سات نئے تھے۔ ان بارہ حضرات سے آنحضور ﷺ نے ایک بیعت لی جو تاریخ وسیرت میں بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے موسوم ہے اس بیعت کے الفاظ بالکل وہی تھے جو بعد میں خواتین کی بیعت کے سلسلے میں 6 ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئے...... اور صحیح بخاری میں بھی حضرت عبادہ ابن صامتؓ سے مروی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

انَّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَا تُشْرِکُوْا بِاللّٰهِ شَیْئًا وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ وَاَرْجُلِکُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِیْ مَعْرُوْفٍ

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جبکہ آپؐ کے صحابہؓ کی ایک جماعت بھی آپؐ کے پاس ہی موجود تھی: آؤ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے، اپنے ہاتھ پاؤں کے مابین سے گھڑ کر کوئی بہتان نہیں لگاؤ گے، اور کسی بھی بھلی بات میں میری نافرمانی نہ کرو گے!''......

ظاہر ہے کہ یہ زیادہ تر اخلاقی اصلاح کی بیعت ہے جس میں کسی جماعتی نظم کا کوئی اشارہ موجود نہیں ہے۔ چنانچہ بعد میں صوفیاء کرام کے حلقوں میں جو بیعت سلوک وارشاد کا سلسلہ شروع ہوا اس کی بنیاد یہی بیعت عقبہ اولیٰ ہے!)

ان بارہ حضرات کے ساتھ، ان کی اس درخواست پر کہ ''اب آپ ﷺ سے تو ملاقات ایک سال بعد یعنی ایام حج ہی میں ہو سکے گی، اس عرصے کے لیے آپؐ ہمارے ساتھ اپنے کسی معتمد شاگرد کو بھیج دیجیے جو ہمیں قرآن کی تعلیم دے اور یثرب میں اسلام کی تبلیغ کرے'' آپ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ان کے ساتھ کر دیا جو یثرب میں ''المقری'' یعنی قرآن پڑھانے والا' کے نام سے مشہور ہو گئے اور جن کی محنت کے نتیجے میں آئندہ سال ان کے ہمراہ 72 مردوں اور 3 خواتین پر مشتمل مسلمانوں کا قافلہ آپ ﷺ کی خدمت میں پھر اسی وادیٔ عقبہ میں حاضر ہوا۔ اور اب اس موقع پر (جون 622ء میں) آپ ﷺ نے ان سے وہ تاریخ ساز بیعت لی جو ''بیعت عقبہ ثانیہ'' کے نام سے موسوم ہے اور جس نے اولاً ہجرت مدینہ اور بالآخر جزیرہ نمائے عرب میں انقلاب اسلامی کی تکمیل یعنی غلبۂ دین کی راہ ہموار کی......!

اب آئیے اس بیعت کے الفاظ کی جانب۔ اس کے راوی بھی وہی انصاری صحابی یعنی حضرت عبادہ ابن صامتؓ ہیں جنہوں نے بیعت عقبہ اولیٰ کے وہ الفاظ روایت کیے ہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ یہ ان چند انتہائی خوش قسمت صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے عقبہ کی دونوں بیعتوں میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ ان کی مندرجہ ذیل روایت متفق علیہ ہے، یعنی صحیح مسلم میں بھی ہے اور صحیح بخاری میں بھی، اور یہ واضح رہنا چاہیے کہ سند کے اعتبار سے ایسی حدیثوں سے بڑھ کر رتبہ کسی اور حدیث کا نہیں ہوتا! وہ فرماتے ہیں:

بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ، وَالْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَهِ، وَعَلٰی اَثَرَةٍ عَلَیْنَا وَعَلٰی اَلَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ، وَعَلٰی اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا کُنَّا، لَا نَخَافُ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ

''ہم نے بیعت کی تھی نبی اکرم ﷺ سے اس پر کہ ہم آپ ﷺ کا ہر حکم سنیں گے، اور اطاعت کریں گے، خواہ ہم تنگی میں ہوں، خواہ آسانی میں اور خواہ ہماری طبیعتوں میں انشراح اور آمادگی ہو، خواہ ہمیں اپنے اوپر جبر کرنا پڑے، اور خواہ ہم پر (عہدوں وغیرہ کے ضمن میں) دوسروں کو ترجیح دے دی جائے، (مزید برآں ہم نے بیعت بھی کی کہ) ہم اختیار اور فیصلوں کے بارے میں اس کے ذمہ دار لوگوں کے ساتھ جھگڑا نہیں کریں گے۔ (اور اس کی بیعت کی کہ) ہر حال میں حق بات ضرور کہیں گے اور اس معاملے میں کسی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے!''......

یہ روایت صحیح مسلمؒ میں جن الفاظ میں وارد ہوئی ہے ان میں متذکرہ بالا الفاظ تو جوں کے توں ہیں، البتہ ذمہ دار حضرات سے اختلاف کے ضمن میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ:

اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْرًا بَوَاحًا، عِنْدَکُمْ فِیْهِ مِنَ اللّٰهِ بُرْهَانٌ

''الا یہ کہ تم (ذمہ دار عہدیداروں کی جانب سے) کسی ایسے صریح کفر کا مشاہدہ کرو جس کے (کفر یا معصیت ہونے کے) لیے تمہارے پاس اللہ کی جانب سے واضح دلیل موجود ہو!''......

اور ان میں ضمیروں کا جو فرق واقع ہوا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہؓ سے بیعت کے الفاظ ادا کراتے ہوئے یہ الفاظ خود آنحضور کی جانب سے اضافے کے طور پر وارد ہوئے ہیں!

اس بیعت کے سلسلے میں چند اور تاریخی حقائق پیش نظر رہیں تو یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ دراصل ''حزب اللہ'' کی ہیئت تنظیمی کی اساس اور جماعتی نظام کے قیام کی بنیاد تھی:

1۔ اس سے قبل پورے بارہ سال کے دوران نبی اکرم ﷺ نے یہ بیعت اہل مکہ میں سے کسی سے نہیں لی۔ اس سے قبل صرف ''بیعت اسلام'' کا ذکر ملتا ہے اور وہ بھی اہل مکہ میں سے کسی سے نہیں بلکہ صرف ان لوگوں سے جو مکہ سے باہر سے آئے ہوئے ہوتے تھے اور اسلام کی سعادت سے مشرف ہو جاتے تھے۔ اس سے بحمد اللہ وہ بات مزید مؤکد ہو گئی جو ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ آنحضور ﷺ پر ایمان

لے آنا ہی ''بیعت سمع وطاعت'' کے مترادف تھا، اس لیے کہ جب کسی نے آپ ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کر لیا تو پھر آپ ﷺ کے حکم سے سرتابی چہ معنی دارد؟...... لہٰذا محض آپ ﷺ کی اطاعت کے اقرار کے لیے کسی اضافی قول وقرار کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔

2۔ اب تک مسلمانوں کی پوری جمعیت یا جماعت مکہ مکرمہ ہی میں تھی (سوائے چند اکا دکا حضرات کے جو مختلف علاقوں اور قبائل میں منتشر تھے) اور مکہ میں آپ ﷺ بنفس نفیس ہمہ وقت موجود تھے اور ہر صحابی کا آپ ﷺ کے ساتھ براہ راست رابطہ قائم تھا۔ لہٰذا کسی درمیانی رابطے کی کوئی ضرورت نہیں تھی...... یہی وجہ ہے کہ وہاں نہ کسی کو نقیب بنانے کا ثبوت ملتا ہے نہ ماتحت امیر!...... اس کے برعکس اہل یثرب طویل مسافت پر تھے...... اور اب ان کی تعداد بھی خاصی معتدبہ تھی۔ لہٰذا درمیانی نقباء اور امراء کی حاجت فطری اور منطقی طور پر پیدا ہوئی ہے جس کی بنا پر ان کے لیے نظم جماعت کا قیام ضروری ہوا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس بیعت کے بعد بارہ نقباء کا تقرر فرمایا، جن میں سے نو حضرات قبیلہ اوس میں سے تھے اور پھر ان نقباء سے ایک اضافی بیعت بھی لی جس کے الفاظ یہ ہیں:

''آپ ﷺ نے فرمایا: آپ لوگ اپنی قوم کے جملہ معاملات کے کفیل ہیں جیسے حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سے کفیل تھے اور میں اپنی قوم یعنی جملہ مسلمانوں کا کفیل ہوں...... اس پر ان سب نے کہا: جی ہاں ہمیں قبول ہے!'' (سیرت ابن ہشام)

یہاں یہ نکتہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جیسے قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر تمام انبیاء اور رسولوں کو ایک امت قرار دیا ہے (مثلاً سورۃ الانبیاء: 92) ایسے ہی ان کے حالات حتیٰ کہ بعض اوقات اعداد وشمار میں بھی گہری مماثلت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل میں بھی بارہ ہی نقیب مقرر کیے تھے (سورۃ المائدہ: 12) اور حضرت مسیح علیہ السلام کے حواری بھی بارہ ہی تھے...... اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر ایمان لانے والوں کی کل تعداد بھی 72 ہی تھی...... جو ان مرد صحابہؓ کی تھی جنہوں نے عقبۂ ثانیہ میں آپ ﷺ سے بیعت کی تھی۔

ان دو امور کے پیش نظر نیت کا کوئی فتور ہی انسان کی نگاہ سے اس حقیقت کو اوجھل رکھ سکتا ہے کہ یہ در حقیقت ''بیعت جماعت'' تھی جس کی بناء پر ایک جماعتی نظم قائم ہوا...... اور داعیٔ اعظم، قائدِ اعلیٰ و امیر مطلق (ﷺ) کے ماتحت امراء اور نقباء کا نصب عمل میں آیا۔ اور ان کے ضمن میں بھی یہ صریح ''عہد'' لے لیا گیا کہ ان سے جھگڑا نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کے ساتھ بھی ''سمع وطاعت'' کا تعلق قائم رہے گا، اس لیے کہ کسی بھی جماعت میں امیر صرف ایک ہی نہیں ہوتا بلکہ درجہ بدرجہ امراء کا ایک سلسلہ ہوتا ہے اور جب تک اس زنجیر کی ساری کڑیاں باہم پوری طرح مربوط نہ ہوں کوئی بامعنی اور نتیجہ خیز جدوجہد ممکن نہیں ہے۔ البتہ ماتحت امراء یا نقباء کی سمع وطاعت دو شرائط سے مشروط تھی: (1) ایک یہ کہ اطاعت محدود ہو گی یعنی ایسے احکام کے ضمن میں ہو گی جو شارع مطلق یعنی اللہ اور رسول ﷺ کے کسی حکم کے منافی نہ ہوں جنہیں عرف عام میں ''معروف'' کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ عقبہ کی پہلی بیعت کے الفاظ میں اور قرآن میں وارد شدہ ''بیعت النساء'' کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ عقبہ کی پہلی بیعت کے الفاظ میں اور قرآن میں وارد شدہ ''بیعت النساء'' کے الفاظ میں یہ لفظ معروف خود آنحضور ﷺ کی اطاعت کے ضمن میں موجود ہے...... البتہ بیعت عقبہ ثانیہ میں آنحضور ﷺ کی اطاعت مردوں کے ضمن میں، جنہیں جہاد وقتال کی کٹھن وادیوں سے گزرنا تھا، ایک درجہ بلند تر ہو کر ''مطلق بن گئی ہے جبکہ ماتحت امراء کے ضمن میں اس معروف کی شرط کو منفی اسلوب میں نمایاں کر دیا گیا ہے یعنی ''الا یہ کہ تم اپنے امراء کی جانب سے کسی ایسی بات کا مشاہدہ کرو جو کفر صریح ہو اور جس کے لیے تمہارے پاس اللہ کی جانب سے واضح دلیل اور برہان موجود ہو'' (2) دوسرے یہ کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ماتحت امراء سے نہ اختلاف کیا جا سکتا ہے، نہ تنقید کی جا سکتی ہے، نہ مشورہ دیا جا سکتا ہے۔ بلکہ یہ جملہ حقوق ان کے تابع ''مامورین'' کو حاصل رہیں گے...... اگرچہ آخری فیصلہ صاحب امر ہی کے ہاتھ میں ہو گا، الا یہ کہ معاملہ حدود شریعت سے نکل جائے!

لیکن دوسری جانب یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ ان دو شرائط کے ساتھ مشروط اور محدود ہو جانے کے باوجود ماتحت امراء کی اطاعت کی اہمیت اور لزوم کا عالم یہ ہے کہ آپ ﷺ نے متعدد احادیث کی رو سے فرمایا:

مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ ، وَمَنْ اَطَاعَ اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصٰی اَمِیْرِیْ فقد عَصَانِیْ

(بخاری، عن ابی ہریرہؓ)

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی!''

چنانچہ میری تحقیق یہی ہے کہ غزوۂ احد میں جو حادثہ پیش آیا اس میں بھی پینتیس تیر اندازوں نے آنحضور ﷺ کی نافرمانی نہیں کی تھی، اس لیے کہ آپ ﷺ کے حکم کی تو انہوں نے یہ تاویل کر لی تھی کہ وہ شکست کی صورت میں تھا، فتح کی صورت میں نہیں، البتہ صریح حکم عدولی مقامی کمانڈر یا امیر حضرت عبداللہ ابن جبیر رضی اللہ عنہ کی تھی جو انہیں آخری وقت تک روکتے رہے تھے۔

اب ایک نگاہ اس جانب بھی ڈال لیں کہ کس اعجازِ بلاغت وفصاحت اور غایتِ اختصار واجمال، لیکن حد درجہ حصر اور جامعیت کے ساتھ اس حدیث مبارکہ میں وارد شدہ الفاظ میں ایک ''اسلامی انقلابی جماعت'' یعنی ''حزب اللہ'' کے لیے ابدی وسرمدی دستور العمل عطا فرما دیا گیا ہے!

چنانچہ سب جانتے ہیں کہ ''سمع وطاعت'' کے راستے میں بالعموم تین ہی رکاوٹیں حائل ہو سکتی ہیں (1) یہ کہ انسان کسی ایسی مشکل یا مخمصہ میں گرفتار ہو کہ کسی حکم پر عمل محال نظر آئے (2) یہ کہ طبیعت میں انشراح اور آمادگی نہ ہو، جس کی دو وجوہات ممکن ہیں: ایک یہ کہ طبیعت پر ویسے ہی کسل اور انقباض کی کیفیت طاری ہو، یا یہ کہ کسی فیصلے کی حکمت اور مصلحت پر دل ودماغ مطمئن نہ ہوں اور (3) یہ کہ انسان محسوس کرے کہ عہدوں اور ذمہ داریوں کی تقسیم میں اسے اہل تر یا زیادہ سینئر ہونے کے باوجود نظر انداز کر دیا گیا ہے اور دوسرے ''نو واردوں'' کو یہ اعزازات عطا کر دئے گئے ہیں (جیسے کہ جنگ موتہ میں سپہ سالاری حضرت زیدؓ بن حارثہ کو عطا کر دی گئی تھی اور آنحضور ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری سریہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنایا حالانکہ اس سریہ میں: ''اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ'' میں سے متعدد جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک تھے)

ان تینوں امور اور موانع کے ضمن میں صراحتاً اقرار کرا لیا گیا کہ ان تینوں اسباب میں سے کسی کو بھی ''سمع وطاعت'' کی راہ میں حائل ہونے نہیں دیں گے! مزید براں یہ بھی طے کر دیا گیا کہ ماتحت امراء کے تقرر کا اختیار بھی پورے کا پورا آنحضور ﷺ ہی کو حاصل ہو گا اور اس معاملے میں بھی کسی الیکشن یا انتخاب کا سوال پیدا نہیں ہو گا۔ گویا یہ ''نامزد'' ہوں گے جیسے کہ انصار کے بارہ نقباء آنحضور ﷺ کے نامزد کردہ تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین!)

الغرض حزب اللہ یعنی اسلامی انقلابی جماعت کی

تاسیس کی واحد منصوص (اس لیے کہ اس کا ذکر قرآن حکیم اور حدیث نبوی دونوں میں ہے) اور ماثور و مسنون اساس ''بیعت سمع وطاعت'' ہے جس میں آنحضور ﷺ کے زمانے کے ماتحت امراء پر قیاس کرتے ہوئے ''فِی المَعرُوف'' کی شرط کا اضافہ لازمی ہے۔ اس لیے کہ آنحضور ﷺ پر ختم نبوت کے بعد اب کوئی انسان، خواہ وہ خلفاء راشدینؓ ہی تھے، نہ نبی تھے نہ معصوم لہٰذا جس طرح آپ ﷺ کے زمانے میں آپ ﷺ کے مقرر کردہ نائبین اور ماتحت امراء کی اطاعت بھی ''معروف'' کے دائرے میں محدود تھی اسی طرح آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے خلفاء اور زمانہ مابعد میں مسلمانوں کے تمام حکمرانوں اور اسلام کے عملی غلبہ کے لیے جدوجہد کرنے والی تمام جماعتوں کے داعیوں میں سے بھی کسی کی اطاعت مطلق نہ پہلے کبھی تھی نہ آئندہ کبھی ہوگی، بلکہ پہلے بھی ''معروف'' کے دائرے میں محدود تھی اور آئندہ بھی رہے گی۔

البتہ یہ تاریخی حقیقت یاد رکھنے کے قابل ہے کہ گزشتہ چودہ سو سال کے دوران (موجودہ بیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر کے سوا) مسلمانوں میں جو اجتماعی نظام بھی قائم ہوا بیعت ہی کی بنیاد پر قائم ہوا۔ چنانچہ خلافت راشدہ تھی تو بیعت کی اساس پر اور پھر دور ملوکیت آیا تو اس کی بنیاد بھی بیعت ہی پر تھی اور اس کی اصلاح کے لیے جو جدوجہد ہوئی خواہ وہ دور بنوامیہ میں حضرت حسینؓ ابن علیؓ نے کی، خواہ عبداللہؓ ابن زبیر کے اور خواہ دور عباسی میں حضرت محمد ابن عبداللہ المعروف بہ نفس زکیہؒ نے، ان سب کی اساس بھی بیعت ہی پر قائم تھی ------ (چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کے ضمن میں تو بہت ہی پیارا شعر کہا ہے فیض احمد فیض نے ۔

دعوتِ بیعتِ شہ پہ ملزم بنا
کوئی اقرار پر کوئی انکار پر!

گزشتہ صدی میں بھی جتنی احیائی تحریکیں اٹھیں اور جہاد کے غلغلے بلند ہوئے، خواہ وہ لیبیا کے سنوسیؒ کی تحریک تھی، خواہ سوڈان کے مہدیؒ کی اور خواہ برعظیم پاک وہند کی عظیم تحریک شہیدینؒ تھی سب کے لیے اجتماعی نظم کا ڈھانچہ بیعت ہی پر استوار ہوا تھا...... حتیٰ کہ اس بیسویں صدی کے رُبعِ اول کے دوران بھی (1) 1920ء میں جمعیت علماء ہند کے دوسرے سالانہ اجلاس میں مولانا محمود حسنؒ کی تحریک پر تجویز پیش ہوئی تھی کہ کسی کو امام الہند مان کر اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے، لیکن افسوس کہ یہ پہلے ایک صاحب کے خالص فنی اعتراض کی بنا پر ملتوی ہوئی اور پھر اصل مجوز کے انتقال کے باعث متروک ہوگئی (2) اور ان ہی ایام کے لگ بھگ مصر میں ''الاخوان المسلمون'' نامی عظیم تنظیم وتحریک کا آغاز بھی چھ اشخاص کے شیخ حسن البناء شہیدؒ کے ہاتھ پر بیعت کرنے ہی سے ہوا تھا!

لیکن افسوس کہ بعد میں یہ مسنون و ماثور اساس متروک ہوگئی اور جس طرح کسی شاعر (غالباً عرشی بھوپالی) نے عہد حاضر کے نوجوانوں سے گلہ کیا تھا کہ ؎

میں نے دیکھا ہے کہ فیشن میں الجھ کر اکثر
تم نے اسلاف کی عزت کے کفن بیچ دیئے

اور ؎

نئی تہذیب کی بے روح بہاروں کے عوض
اپنی تہذیب کے شاداب چمن بیچ دیئے

اسی طرح آج کی اکثر دینی جماعتیں اور مذہبی تنظیمیں اپنی ہیئت کے لیے مغرب سے درآمد شدہ نظام جماعت ہی کو اختیار کیے ہوئے ہیں...... لیکن کیا عجب کہ ''کبھی بھولی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو!'' کے مصداق ہم اپنے اس ماثور و مسنون طریقے کی طرف رجوع کر لیں ...... جو محض منصوص ہونے کی بناء پر ہی نہیں، عقلی اور منطقی اعتبار سے بھی کسی حقیقی اور واقعی انقلاب کے لیے واحد لائحہ عمل ہے، اس لیے کہ انقلاب نہ انجمنوں اور سوسائٹیوں کے ذریعے برپا کیا جا سکتا ہے، نہ ڈھیلی ڈھالی سیاسی یا اصلاحی تنظیموں کے ذریعے ...... بلکہ اس کے لیے تو ایسی ''جماعت'' لازمی اور لابدی ہے جس کا نظم مضبوط اور ڈسپلن فوج کے مانند ہو...... اور اس تاریخی حقیقت کے اقرار واعتراف سے تو گریز ممکن ہی نہیں کہ یہی ''بیعت سمع وطاعت فی المعروف'' کا اصل حاصل ہے...... اور یہی وہ اساس تھی جس پر اب سے چودہ سو سال قبل کی ''حزب اللہ'' کا قیام عمل میں آیا تھا!

❁❁❁

جدید تعلیم یافتہ حضرات وخواتین کے لیے دینی علوم کے حصول کا نادر موقع

جاری کردہ: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

رجوع الی القرآن کورس

(دورانیہ ۹ ماہ)

عرصہ 38 سال سے باقاعدگی سے جاری تعلیمی سلسلہ

مضامینِ تدریس

پارٹ ۱ (سالِ اوّل) برائے مرد وخواتین

- تجوید و ناظرہ
- عربی گرائمر (صرف ونحو)
- ترجمہ قرآن (مع تفسیری ولغوی توضیحات)
- دورہ ترجمہ قرآن
- قرآن حکیم کی فکری وعملی رہنمائی
- سیرت وشمائل النبی ﷺ
- مطالعہ حدیث واصطلاحاتِ حدیث
- فکرِ اقبال
- فقہ العبادات
- معاشیاتِ اسلام
- اضافی محاضرات

پارٹ ۲ (سال دوم) برائے مرد حضرات

- عربی زبان وادب
- اصولِ تفسیر
- تفسیر القرآن
- اصولِ حدیث
- درسِ حدیث
- اصول الفقہ
- فقہ المعاملات
- عقیدہ (طحاویہ)
- اضافی محاضرات

آغازِ تدریس: 15 ستمبر سے (اِن شاءاللہ)
10 اگست 2020ء سے رجسٹریشن کا آغاز ہو چکا ہے۔

ایامِ تدریس پیر تا جمعہ

نوٹ: بیرونِ لاہور رہائشی حضرات کے لیے ہاسٹل کی محدود سہولت پہلے آئیے پہلے پائیے کی بنیاد پر موجود ہے۔

اوقاتِ تدریس: صبح 8 بجے تا 12:30

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی خدماتِ قرآنی کا مرکز —— قرآن اکیڈمی

36-K ماڈل ٹاؤن لاہور
email:irts@tanzeem.org
www.tanzeem.org

زیر انتظام مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور (رجسٹرڈ)

مزید تفصیلات کے لئے www.tanzeem.org
03161466611 - 04235869501-3

دعائے مغفرت

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ حلقہ ملاکنڈ، بی بیوڑ کے ملتزم رفیق حضرت رحمٰن کی والدہ وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت: 0313-9974063

☆ ملتان غربی کے نقیب محمد یوسف کی والدہ وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت: 0333-6159906

☆ ہارون آباد غربی کے نقیب ناصر محمود کی والدہ وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت: 0336-6083232

☆ حلقہ کراچی شمالی، ناظم آباد کے معتمد جناب فواد پاشا کے والد وفات پاگئے۔
برائے تعزیت: 0310-2154986

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلستان جوہر 1 کے ناظم تربیت جناب فراز ہمایوں کے بہنوئی وفات پاگئے۔ برائے تعزیت: 0321-2142728

☆ ملتان شہر کے نقیب غلام مرتضیٰ کے چچا وفات پاگئے۔
برائے تعزیت: 0322-6110461

☆ ملتان شہر کے رفیق شفیق احمد کے بھائی وفات پاگئے۔
برائے تعزیت: 0300-7337030

☆ حلقہ ملاکنڈ، بٹ خیلہ کے ناظم تربیت قاری امیر رحمٰن کی خوش دامن وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت: 0346-9447898

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

"مسجد جامع القرآن کمپلیکس پیہونٹ نزد نیلور اسلام آباد" میں
13 تا 19 ستمبر 2020ء (بروز اتوار نماز عصر تا ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کرکے تشریف لائیں:-

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

18 تا 20 ستمبر 2020ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء و معاونین متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔ (موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں)

برائے رابطہ: 051-4434438 , 0333-5127663

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-35473375(042)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

"قرآن اکیڈمی وہاڑی، شیخ کاٹن کالونی، گلی نمبر 3، نزد فیصل پارک وہاڑی" میں

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

11 تا 13 ستمبر 2020ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ امراء، نقباء و معاونین اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0300-0971784 / 0333-6060342

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-35473375(042)

غلبۂ اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ ستمبر 2020ء، محرم الحرام ۱۴۴۲ھ

مشمولات

☆ ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا! — ایوب بیگ مرزا
☆ ملتزم رفقاء کے نام بانی تنظیم کا پیغام — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ تحریکِ اسلامی کا تنظیمی ڈھانچہ: "یا چُناں کُن یا چُنیں!" — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ اقامتِ دین: اُمتِ مُسلمہ کا فریضہ — حق نواز اصلاحی
☆ مرزا غلام احمد قادیانی اور تحریکِ احمدیت — محمد سفیر الاسلام
☆ نصب العین کی صورت گری میں ترجیحات کا عنصر — راحیل گوہر
☆ آرمیگاڈون — رضی الدین سیّد
☆ لڑکیوں کی بغاوت: اسباب و علاج (۵) — ابوکلیم مقصود الحسن فیضی
☆ نیکیوں کی دیمک — ریا — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا "بیان القرآن" باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 40 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 400 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

کوپن برائے سالانہ خریداری

میں ہفت روزہ **ندائے خلافت** لاہور کا سالانہ خریدار بننا چاہتا ہوں/ چاہتی ہوں، براہ مہربانی مجھے ماہِ رواں سے (............ تک) وی پی کی شکل میں درج ذیل پتہ پر ارسال کردیجیے۔

میری طرف سے سالانہ زرتعاون کی رقم بذریعہ منی آرڈر ☐ بنک ڈرافٹ ☐ ارسال خدمت ہے۔

اپنی رقم "ہفت روزہ **ندائے خلافت**" لاہور
36-K ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتہ پر ارسال کیجیے۔

نام: ....

پتہ: ....

Diplomacy and alcohol

I joined the Foreign Service of Pakistan in 1982 and retired prematurely in 2017. During our specialized training program at the then Foreign Service Training Institute now called the Foreign Service Academy in Islamabad, we were informally told that no diplomatic party was complete sans alcohol. The primary rationale put forth was that foreign diplomats would be usually reluctant to come to dry parties and that as hosts it was necessary for Pakistani diplomats to ensure that their guests enjoyed the party. Moreover, it was only after taking a few pegs that diplomats would speak their mind and discuss things more candidly.

Nevertheless, Pakistani diplomats are not allowed to serve liquor at the Chancery or official receptions, including the one hosted on Pakistan Day on March 23.

Coming from a middle class and a moderately religious family, I was a teetotaler by choice as the Holy Qur’an considered drinking alcohol as a satanic act. Hence, I was a complete ignoramus when it came to liquor. I could hardly distinguish whisky from wine and vodka from cognac, as well as which glass was for which drink.

My first posting abroad was to the erstwhile Soviet Union in 1985. At the embassy, I was the junior most officer, and all my senior colleagues, except the ambassador, would not only serve alcohol in their parties but also partake. My ambassador was a teetotaler like myself, but he would serve alcohol in the performance of his official duties. When he invited only Pakistanis, there would be no alcohol on the menu. I followed in his footsteps.

Recently, I have suggested to Prime Minister Imran Khan that all Pakistani diplomats should be directed in strictest of terms not to serve alcohol even in their private parties. It is a different matter if they take liquor privately as that is between Allah and them. Pakistani diplomats, like their counterparts from Saudi Arabia and Iran, should follow a uniform policy when they hold parties as representatives of the Islamic Republic of Pakistan.

I remember when my parents and parents-in-law visited me in Moscow, they were very uncomfortable with even the thought of the alcohol being kept at home. They would argue that if Allah had prohibited something, we should not even encourage others to indulge in that activity. My arguments would never convince them.

It was my posting to Sana`a, the capital of Yemen, in 1994, that I was sort of forced to revisit the matter. Toward the end of a party at my place, some of my worthy guests now totally inebriated, became seriously irritating. Two of them even had a kerfuffle over some issue. Thereafter, I had decided to stop serving alcohol in my parties at home. When I took that decision, I felt quite relaxed as serving alcohol by a person who himself did not drink was nothing less than a nuisance.

After Sana’a, my diplomatic career took me to different places including Geneva, London, Berlin and New Delhi. And the first party at our place was always a shocking surprise for our guests. But then they would understand when explained in religious terms. My non-Muslim guests would make no bones about it but somehow, to my chagrin, mostly Muslim diplomats and friends would get their knickers in a twist. But my wife and I would make sure that the food served at our parties was purely

of guests at our parties. They would love to come again and again to savor Pakistani food and enjoy our warm hospitality.

In India, it is unimaginable to have dry diplomatic parties, though in some States like Gujarat and Bihar, alcohol is banned. At my first dinner at the Pakistan House in New Delhi, my Indian guests were visibly shocked at being served with only soft drinks. A journalist guest asked me how a party at the Pakistan House was without alcohol. My laconic response to him was that the Pakistan House was Pakistan territory. A thing that was proscribed in Pakistan could not be allowed at the Pakistan House. Even when everybody came to know that there would be no hard drinks at the Pakistan House, our invitees always responded positively.

I hosted countless lunches and dinners since my years in Sana`a. I never felt bad as a Muslim about not serving alcohol. Why should a Muslim diplomat blindly follow the western diplomatic practices and traditions? If not so, then Muslim diplomats should also have no qualms about eating and serving pork. Though this analogy may not be very appropriate, the nub of the matter is that alcohol has nothing to do with being an effective diplomat.

From my own long experience in the field of diplomacy, I can say with full confidence that serving or not serving liquor does not make any difference. At the end of the day, people appreciate those who show some courage to stick to their religious and social values and do not blindly follow the practices that come into direct conflict with one's fundamental beliefs.

Recently, I have suggested to Prime Minister Imran Khan that all Pakistani diplomats should be directed in strictest of terms not to serve alcohol even in their private parties. It is a different matter if they take liquor privately as that is between Allah and them. Pakistani diplomats, like their counterparts from Saudi Arabia and Iran, should follow a uniform policy when they hold parties as representatives of the Islamic Republic of Pakistan.

I am keeping my fingers crossed.

<u>Source:</u> An article by Abdul Basit; published in the "Arab News, Pakistan".

<u>Note</u>*: Abdul Basit is the president of Pakistan Institute for Conflict and Security Studies. He was previously Pakistan's ambassador to Germany and Pakistan's High Commissioner to India.*

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد

کی دو جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی کتابوں کا مطالعہ کیجئے

سانحۂ کربلا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت وعظمت کی صحیح تصویر

قیمت خاص:50
قیمت عام:30 روپے

اور

شہید مظلومؓ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب اور آپ کی مظلومانہ شہادت کے بیان پر جامع تالیف

قیمت خاص:50

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔کے ماڈل ٹاؤن، لاہور email:maktaba@tanzeem.org

نمونہ کا پرچہ مفت حاصل کریں

مجھے ہفت روزہ **ندائے خلافت** لاہور کا ایک شمارہ درج ذیل پتہ پر بطور نمونہ ارسال فرمائیں۔ مطالعہ کے بعد سالانہ خریدار بننے کا فیصلہ کروں گا/کروں گی۔

نام: ....

پتہ: ....

....

....

فون نمبر: ....

Vol. 29 Regd. C.P.L NO. 114 No.28

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore